28
9
ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۷ فروری سنہ ۱۹۵۹ء
قیمت
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

گرمی میں ٹھنڈے وقت نماز پڑھو

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ رَبِّ اَكَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِی الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِی الصَّيْفِ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ فَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ فَمِنْ سَمُوْمِهَا وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْبَرْدِ فَمِنْ زَمْهَرِيْرِهَا

ابوہریرہؓ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت اور بخاری کی ایک روایت میں جو ابو سعید سے منقول ہیں یہ الفاظ ہیں۔ کہ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت پڑھو اس لئے گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ ہے اور یہ فرمایا آپ نے کہ شکایت کی دوزخ نے اپنے رب سے اور عرض کیا کہ میرا بعض حصہ بعض حصے کو کھائے جاتا ہے۔ پس خدا نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دیدی۔ ایک سانس جاڑوں میں اور ایک سانس گرمیوں میں پس جب پاؤگے۔ تم گرمی اور سردی کی شدت تو یہ وہی دو سانس ہیں۔

اور بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ پس شدت اس چیز کی جو پاتے ہو تم گرمی میں وہ اس کے گرم سانس کی وجہ سے ہے اور شدت اس چیز کی جس کو پاتے ہو تم سردی میں وہ اس کے سرد سانس کے سبب سے ہے۔

عصر کی نماز کا وقت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّی الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِیْ فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِیْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ اَوْ نَحْوِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

انسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے۔ جب کہ سورج بلند اور روشن ہوتا۔ پس جانے والا عوالی چلا جاتا (عوالی آبادی بیرون شہر) اور سورج روشن ہوتا اور عوالی کے بعض حصے مدینہ سے چار میل یا اس کے قریب تھی۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى اِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَیِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

انسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (یہ نماز عصر جو آخر وقت میں پڑھی جاتی ہے) منافق کی نماز ہے جو بیٹھا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج زرد ہو جاتا اور شیطان کے دونوں سینگوں میں چلا جاتا ہے۔ تو نماز کے لئے کھڑا ہوتا۔ اور چار ٹکریں مار لیتا ہے نہیں ذکر کرتا اس میں اللہ کا مگر بہت تھوڑا۔

عصر کی نماز میں تاخیر پر وعید

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ يَفُوْتُهٗ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ابن عمرؓ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے اس کی حالت ایسی ہے کہ گویا اس کے اہل و عیال اور مال لوٹ لئے گئے۔

مغرب کی نماز کا وقت

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّی الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهٗ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ پڑھتے تھے ہم نماز مغرب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پس واپس ہوتا ہم میں سے کوئی اور دیکھ سکتا تھا وہ اپنے تیر کے گرنے کی جگہ کو۔

صبح کی نماز کا وقت

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّی الصُّبْحَ فَتَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے صبح کی اور نماز پڑھ کر عورتیں واپس ہوتیں اور اندھیرے کی وجہ سے کوئی ان کو شناخت نہ کر سکتا۔

نماز کو بھول جائے یا سوجانے کا حکم

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِی النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِيْطُ فِی الْيَقْظَةِ فَاِذَا نَسِیَ اَحَدُكُمْ صَلٰوةً اَوْ نَامَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ابوقتادہؓ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (سونے کی حالت میں نماز میں تاخیر ہو جانے پر) سو جانے سے کوئی قصور لازم نہیں آتا البتہ جاگنے کی حالت میں (تاخیر) موجب قصور ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی نماز کو بھول جائے یا سو جائے نماز سے غافل ہو کر تو جس وقت یاد آئے فوراً پڑھ لے جیسا کہ فرمایا ہے۔ خداوند تعالےٰ نے واقم الصلوٰۃ لذکری یعنی ادا کر نماز وقت میرے یاد کرنے کے

تین کاموں میں دیر نہ کرو

عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَلِیُّ ثَلٰثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا الصَّلٰوةُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُوًا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

علیؓ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا علیؓ تین کاموں میں دیر نہیں کرنی چاہئے ایک تو نماز ادا کرنے میں جب وقت ہو جائے دوسرے جنازہ میں جب کہ تیار ہو جائے اور تیسرے غیر منکوحہ عورت کے نکاح میں جب اس کا کفو (ہم قوم مرد) پایا جائے۔

نماز کو اول وقت ادا کرنیکا حکم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ وَالْوَقْتُ الْاٰخِرُ عَفْوُ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

ابن عمرؓ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کو اول وقت ادا کرنا۔ خدا کی خوشنودی کا موجب ہے اور آخر وقت میں ادا کرنا خدا کی معافی کا سبب ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین

جلد ۴ ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ ۲۷ فروری ۱۹۵۹ء شمارہ ۴۲

اسلام اور تفریحات

اسلام دین فطرت اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔اسکا اصلی منبع قرآن مجید ہے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشات قرآن مجید کی شرح ہیں۔ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔لیکن قرآن مجید محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جب تک اس کے ساتھ احادیث محفوظ نہ ہوں۔اس لئے احادیث کی حفاظت بھی ضمناً ہوگئی ہے۔ ان دونوں میں مہد سے لیکر لحد تک انسان کے لئے ہر شعبۂ حیات میں رہنمائی موجود ہے۔اگر انسان ان دونوں کی روشنی میں زندگی بسر کرے تو یہ کسی معاملہ میں بھی ٹھوکر نہیں کہا سکتا۔ آج ہم قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں ورزش اور تفریح کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ انسان دبلا تپلا رہ کر دنیا میں زندگی بسر کرے اور اس طرح یہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے وبال جان بن جائے یہی وجہ ہے۔کہ اس دین فطرت میں رہبانیت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔بلکہ یہ تو ایسے مجاھدہ اور ریاضت سے بھی منع کرتا ہے۔جس سے اس کی صحت کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہو۔ایک صحابیؓ نے رات کو ہمیشہ قیام کرنے اور دن کو سدا روزہ رکھنے کا پروگرام بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے اس صحابیؓ کو اس پروگرام پر عمل کرنے سے منع فرمادیا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے۔ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔ تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے چونکہ اس پروگرام پر عمل کرنے سے ان سب کے حقوق ادا نہیں ہو سکتے اس لئے حضور انورؐ نے اس سے اپنی امت کو روک دیا حالانکہ انسان کی خلقت کا مقصد ہی اللہ کی عبادت ہے۔لیکن اگر عبادت اعتدال کی حد سے گذر جائے تو اسلام اس سے بھی روک دیتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے۔کہ اسلام انسان کی جسمانی نشوونما کے لئے ورزش اور تفریح سے منع نہیں کرتا بلکہ اس کی اجازت دیتا ہے۔ البتہ اسلام نے اس میں ایک شرط لگا دی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔کہ یہ انسان کی روحانی ترقی میں روکاوٹ نہ پیدا کرے گویا اسلام روحانی ترقی کو جسمانی ترقی پر ترجیح دیتا ہے۔ اگر دونوں میں تصادم نہ ہو تو اسلام کی نظر میں جسمانی ترقی موجب خیرو برکت ہے۔ ارکان اسلام کی ادائیگی کے لئے جسمانی صحت کی اشد ضرورت ہے۔ پانچ وقتہ نماز۔ روزہ۔ حج اور جہاد کا پروگرام ایک کمزور انسان نبھا ہی نہیں سکتا یہی وجہ ہے۔کہ حضور انورؐ۔ صحابہ کرام اور ہمارے سلف صالحین کی مبارک زندگیوں میں روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ جسمانی نشوونما کا پہلو بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ حضور انورؐ کا خندق کی کھدائی کے وقت پتھر کو توڑنا۔ کشتی میں ایک پہلوان کو پچھاڑنا اور جنگ حوازن میں ثابت قدم رہنا یہ سب واقعات آپؐ کی جسمانی طاقت کا واضح ثبوت ہیں۔ جنگ بدر میں انصار کے دو کمسن بچوں کا ابوجہل کو قتل کرنا ان کی جسمانی قوت کا پتہ دیتا ہے۔ سید اسمٰعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ نے سکھوں کے خلاف جہاد میں شرکت کرنے سے پہلے جسمانی طاقت بڑھانے کے لئے کافی محنت اور مشقت برداشت کی کشتی لڑنا اور دریائے جمنا میں گھنٹوں تیرنے کی مشق کرنا یہ آپ کے محبوب مشاغل تھے۔

یہ تو تصویر کا روشن رُخ ہے۔ اب ذرا دوسرا تاریک پہلو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ آج کل غرب الہند کی کرکٹ ٹیم پاکستان کا دورہ کر رہی ہے۔ اس ٹیم کا پہلا ٹسٹ میچ ۲۰ فروری سے کراچی میں شروع ہوا۔ اس میچ کا آنکھوں دیکھا حال ریڈیو پاکستان سے نشر کیا جاتا تھا۔ اخبارات کے صفحات میچ کی تفصیلات کے لئے وقف تھے۔ مسلمانوں کو اس میچ کی تفصیلات سننے کا ایسا خبط لگا ہوا تھا۔ کہ جس دکان پر ریڈیو سے میچ کے حالات نشر کرنے کی آواز کان میں پڑ جاتی تو وہاں اتنا ہجوم ہو جاتا تھا۔کہ بعض اوقات ٹریفک بھی رک جاتی تھی۔ سننے والے ایسے محو ہوتے تھے کہ ان کو دین و دنیا کی بھی پرواہ نہیں رہتی نماز کی اذان اول تو اس شور میں سنائی نہیں دیتی اگر کان میں آواز پڑ بھی جائے۔ تو نماز پر میچ کو ترجیح دی جاتی۔ یہی حال دنیا کے کاموں کا تھا۔ ان کاموں میں خواہ کتنا نقصان ہو جائے اس کی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن میچ کا حال ضرور سنتے تھے۔ ظاھر ہے۔کہ اسلام لہوولعب میں اس طرح محو ہو جانے کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ اسلام ایسے مشاغل کو لغو اور بیہودہ قرار دے کر ان سے منع کرتا ہے تاکہ انسان کی روحانی ترقی میں خلل واقع نہ ہونے پائے۔

اے مسلمانو!! خدا را ذرا سوچو تو سہی کیا کرکٹ کے میچ میں محو ہو کر تو نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی تو مول نہیں لے لی۔

یقیناً وہ تیری اس بے راہ روی پر تجھ سے ناراض ہیں۔ ان کی منشا تو یہ ہے۔کہ تو دین اور دنیا دونوں میں سرخرو ہو۔ اس کا طریقہ فقط یہ ہے۔ کہ تو آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں ترجیح دے۔ ہماری دعا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین یا اله العلمین۔

دورۂ تفسیر

حسب دستور سابق اس سال بھی حضرت مولینا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور یکم رمضان سے دورۂ تفسیر پڑھائیں گے۔ دورۂ تفسیر میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے ضروری ہے۔کہ وہ کسی دینی مدرسہ کے فارغ التحصیل ہوں ایسے حضرات درخواست کے فارم انجمن کے دفتر سے جلد حاصل کریں تاکہ وہ منظوری کے بعد ۲۹ شعبان تک داخلہ کیلئے لاہور پہنچ سکیں دورۂ تفسیر میں شامل ہونے والے تمام حضرات کے قیام وطعام وغیرہ کے تمام اخراجات انجمن کے ذمہ ہونگے دورۂ تفسیر ذیقعد کے آخر میں ختم ہوجائے گا۔

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

★

عبدالغفور ریاضؔ

عرضداشت

سلام اَے پیکرِ رحمت، سلام اَے صاحبِ عظمت
سلام اَے ہادیِ برحق، سلام اَے شافعِ اُمّت

شفیعُ المذنبین و رحمۃٌ للعالمین تُو ہے!
کہ نزدِ حق تعالےٰ برتر از رُوح الامیں تُو ہے

جو تجھ سے منتسب ہو خالدؓ جانباز ہو جائے
تری تقلید سے حمّام بھی شہباز ہو جائے

مگر بدقسمتی سے آج کل توحید کے فرزند
گریزاں ہو کے دیں سے بن گئے "تہذیب کے فرزند"

جبینیں جُھک رہی ہیں آج غیراللہ کے آگے
مرے آقا جھکا دے پھر انہیں اللہ کے آگے

ریاضِ خستہ جاں کو بھی عطا کر فقر کی دولت
سُنا ہے شاہِ یثرب آپؐ کو تھی فقر سے رغبت

پشیمانم کہ در دُنیا گناہ بے انتہا کردم
گرفتم راہِ زندیقی مسلمانی رہا کردم!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۱ ر شعبان ۱۳۷۸ھ ہجری مطابق ۲۰ فروری ۱۹۵۹ء

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

خوفِ خدا کے نتائج

برادرانِ اسلام - انسان جتنے کام کرتا ہے - ان کے دو ہی سبب ہوتے ہیں - شوق یا خوف - اسی قاعدہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرنے والے انسانوں کی بھی دو قسمیں ہیں -

پہلی قسم

اپنے شوق سے احکام الٰہی کی تعمیل کرنے والے

اس قسم میں تمام حضرات انبیاء علیہم السلام بلا استثناء داخل ہیں - ان کے بعد ان کے متبعین میں سے ان کے اتباع کی برکت سے جن کو اللہ تعالےٰ چاہے یہ نعمت نصیب فرماتا ہے - وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اللھم اجعلنا منھم - اس قسم کے حضرات احکام الٰہی کی تعمیل اپنے طبعی شوق سے بعینہٖ اسی طرح کرتے ہیں - جس طرح پیاس لگی تو پانی پی لیا - اور طبیعت میں چین آگیا - بھوک لگی - تو طبعی کشش سے کھانا کھایا - اور طبیعت میں فرحت اور سکون حاصل ہوگیا - حتّٰی کہ ان کا سر بھی اللہ تعالےٰ کی رضا میں کٹ جائے تو خوش ہو کر کٹواتے ہیں - جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی خبیب بن الارث کو جب مکّہ معظمہ کے کافر پھانسی دینے لگے ہیں تو اُنھوں نے اس وقت یہ دو شعر فرمائے ہیں -

لَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ فِیْ اللّٰهِ مَصْرَعِیْ[1]
وَذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ یَّشَاْ
یُبَارِكْ فِیْ اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٍ[2]

[1] جب مَیں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں تو پھر مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ مَیں قتل ہونے کے بعد کس پہلو پر گرتا ہوں -

[2] اور میرا یہ قتل ہونا اللہ تعالےٰ کے لئے - اور اگر وہ چاہے تو بوسیدہ ہڈیوں میں برکت ڈال دے -

اور اس درجہ کے مقربین الٰہی بہت ہی کم ہوتے ہیں -

دُوسری قسم

اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کے احکام کی تعمیل کرنے والے

میرا مشاہدہ تو یہی ہے - آپ حضرات بھی غالباً اس کی تصدیق فرمائیں گے - حق گو اور حق پرست علماء کرام جو مسلمانوں کو قبر کے عذاب کے حالات سُناتے رہتے ہیں اور دوزخ سے متعلقہ حالات جو قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں آئے ہیں - وُہ سُناتے رہتے ہیں - ان خطرناک عذابوں کو سُن کر (انسان کے دل میں ایمان ہو - تو) یقین آجاتا ہے - اور یہاں یک نورِ ایمان کی برکت سے یقین آجاتا ہے - گویا کہ آنکھوں سے نظر آرہے ہیں ان خطرناک حالات کو سُن کر مسلمان ان احکامِ الٰہی کی تعمیل کرنے لگ جاتا ہے جن کا اسے حکم دیا جاتا ہے - مسلمانوں میں اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے - اگر یہ درجہ بھی حاصل نہ ہو تو پھر انسان یا منافق ہوگا یا کافر - اور اگر خدا نخواستہ موت بھی انہیں قسموں میں شامل رہتے ہوئے آگئی تو ایسے بدنصیبوں کے لئے نہ پیغمبر کی شفاعت ہوگی اور نہ نجات ہوگی - اور ایسے بدقسمت لوگ ابدالآباد کے لئے دوزخ میں رہیں گے - اللھم لا تجعلنا منھم

قرآن مجید میں خوفِ خدا والوں کا متعدد مقامات پر ذکر آیا ہے - ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں

پہلا

قرآن مجید کی نصیحتوں سے فقط وُہ لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرتے ہیں

اس کا ثبوت

(نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ)

سورہ ق رکوع ۳ پارہ ۲۶

ترجمہ - ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں - اور آپ ان پر کچھ زبردستی کرنے والے نہیں - پھر آپ قرآن سے اس کو نصیحت کیجئے - جو میرے عذاب سے ڈرتا ہو -

دُوسرا

قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے حضور میں کھڑے ہوکر حساب و کتاب دینے سے جو لوگ ڈرتے ہیں - اور اسی بناء پر وہ اپنی خواہشات نفسانی کا اتباع نہیں کرتے ان لوگوں کا ٹھکانا بہشت ہوگا - اللھم اجعلنا منھم

اس کا ثبوت

(وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝)

سورہ النّٰزعٰت رکوع ۲ پارہ ۳۰

ترجمہ - اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے اپنے نفس کو بُری خواہش سے روکا - سو بیشک اس کا ٹھکانا بہشت ہی ہے -

آج کل کی تہذیبِ جدید میں نفس کی خواہش سے خوفِ خدا کے باعث رکنے کی مثال

آج کل چونکہ یورپ مذہب سے آزاد ہو چکا ہے اس لئے خوفِ خدا کی تعلیم وہاں دی ہی نہیں جاتی - اس لئے خواہشات نفسانی کے پورا کرنے کے لئے وہ لوگ وُہ وُہ حرکتیں کرتے [illegible] اور روزانہ کرتے ہیں - جنہیں [illegible] بھی اور ایک منٹ کے لئے گوارا نہیں [illegible] ان بُری حرکتوں میں سے ایک حرکت [illegible]

ڈانس کی تصویر

یہ ہے کہ ایک مرد کسی عورت (اس میں شرط یہ ہے کہ اپنی بیوی نہ ہو۔ اگر اپنی بیوی کے ساتھ ڈانس کرے تو وہ یورپین اصطلاح میں تہذیب کے خلاف ہے) کے ساتھ بغلگیر ہو کر ناچے۔ خواہش نفسانی کے نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو نفس تو یہ چاہتا ہے۔ کہ ہر رات ایک نئی عورت سے بغلگیر ہو کر ناچے۔ تاکہ ہر رات نفس کو ایک نیا لطف آئے۔ علیٰ ہٰذالقیاس عورت کا دل بھی یہ چاہتا ہے کہ ہر رات وہ ایک نئے مرد کی آغوش میں جاکر لطف اُٹھائے۔ اب جن مردوں اور عورتوں کے دل میں خوفِ خدا ہوگا۔ وہ ہرگز اس حرکت کے قریب بھی نہیں جائیں گے۔ اور جو لوگ خوفِ خدا سے بے بہرہ ہیں۔ وہ اس حرکت کو روزانہ کرتے ہیں۔ حالانکہ

ڈانس شرافت انسانی کے خلاف ہے

برادرانِ اسلام۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر کچھ خصوصیات رکھی ہیں جو دوسرے حیوانات میں نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک غیرت ہے۔ اسی خصوصیت کے باعث انسانوں میں نکاح کی رسم چلی آرہی ہے۔ نکاح کا مطلب ہی یہ ہے۔ کہ ایک عورت کو ایک مرد کے ساتھ خاص کر دیا جائے۔ تاکہ پھر کوئی دوسرا مرد اس عورت سے ازدواجی تعلق قائم کرنے کا خیال ہی نہ کرے۔ اور اس مرد اور عورت کے تعلق ازدواجی کا اعلان بھی کر دیا جائے۔ چنانچہ آج تک مسلمانوں میں یہ رسم چلی آرہی ہے کہ لڑکی والوں کے گھر لڑکے والے ایک مجمع کثیر لے کر جاتے ہیں۔ جسے برات کہا جاتا ہے۔ اس رسم سے لڑکی کے محلہ میں اعلان ہو جاتا ہے کہ فلاں لڑکی فلاں مرد کے ساتھ مخصوص کر دی گئی ہے۔ تاکہ اس محلہ کا کوئی مرد اس لڑکی کو اپنے ساتھ وابستہ کرنے کا خیال ہی نہ کرے۔ اور پھر لڑکے والوں کے ہاں دعوت ولیمہ ہوتی ہے۔ تاکہ لڑکے والے محلہ میں بھی اس چیز کی تشہیر ہو جائے کہ اس محلہ میں جو فلاں لڑکی آئی ہے وہ فلاں کی بیوی ہے تاکہ لڑکے والے محلے کا کوئی مرد اس لڑکی سے کسی قسم کا کوئی تعلق رکھنے کا دل میں خیال ہی نہ لائے۔

لھٰذا

ثابت ہوگیا۔ کہ ڈانس فطرت انسانی کے ایک خصوصی جذبہ کے بالکل خلاف ہے۔ جس جذبہ کا نام غیرت ہے۔ اس غیر فطری حرکت کا آگے چل کر دوسرا اخلاق سوز نتیجہ جو نکلتا ہے۔ وہ ملاحظہ ہو۔ کہ جن لوگوں نے یورپ کی اس خلاف فطرت رسم کو اپنا لیا ہے۔ انہوں نے ایک دوسری (خلاف شرع اسلامی) رسم کو بھی اپنایا ہوا ہے۔ اور وہ شراب خوری ہے۔ (حالانکہ قرآن مجید نے صراحۃً شراب کو پلیدی اور عمل الشیطٰن سے تعبیر کیا ہے) آج کل شریعت اسلامی کے یا خوف خدا سے جن کے دل بے بہرہ ہو چکے ہیں بعض اوقات ان کی

بیویوں کا آپس میں تبادلہ

بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً تفریحی اجتماعات میں پہلے کھانا کھایا۔ پھر خوب شراب پی۔ پھر بیویوں کے تبادلے کر کے ناچنے (ڈانس کرنے) لگ گئے۔ پھر اس شراب کے نشے میں رخصت ہوتے وقت کوئی کسی کی بیوی کو لے گیا۔ اور کوئی کسی کی بیوی کو لے گیا۔ اور اپنے اپنے گھروں میں جا کر شب باشی کی۔ جب صبح کو نشہ اُترا۔ پھر عورتیں اپنے اپنے گھروں میں واپس آگئیں۔

اے مسلمان زادو

اور اے اسلام کا نام لینے والو۔ جب تمہارا نشہ اُتر جاتا ہے۔ پھر ہوش میں آکر سب کام صحیح کرنے لگ جاتے ہو۔ کبھی یہ بھی سوچا کرو۔ کہ جس خدا کے نام کا کلمہ پڑھتے ہو۔ وہ ان خلاف فطرت حرکتوں کو پسند کر سکتا ہے؟ اور جس رسول کے نام کا کلمہ پڑھتے ہو۔ کیا وہ ان حرکتوں کو پسند کر سکتا ہے؟ اور کیا جس قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا اقرار کرتے ہو اس کی تعلیم تمہاری ان حرکتوں کے جواز کی تعلیم دیتی ہے؟ اور کیا جن بزرگوں کی اولاد کہلاتے ہو۔ کیا تمہارے باپ دادا ان ناشائستہ حرکتوں کے مرتکب ہوتے تھے؟

ذہنی طور پر یورپ کے غلام ہو

اے مسلمانو۔ جب تمہاری ان حرکتوں کا ثبوت نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں ہے۔ نہ قرآن مجید کی یہ تلقین ہے۔ نہ تمہارے اسلاف کی یہ روش تھی کہ پھر سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ تم ذہنی طور پر یورپینوں کے غلام ہو چکے ہو۔ جن میں نہ خوف خدا ہے نہ کسی پیغمبر کے وہ پیرو ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ بری الذمہ ہو رہے ہیں

اے یورپ کے عشق میں مست ہونے والے مسلمانو۔ یاد رکھو قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی روشنی میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں۔ آپ میری ان معروضات کو مانیں یا نہ مانیں۔ ان معروضات کا ایک فائدہ ضرور ہوگا۔ کہ قیامت کے دن آپ بارگاہِ الٰہی میں یہ عذر نہیں کر سکیں گے کہ یا رسول اللہؐ آپ کے دروازے کے کسی غلام نے ہمیں تو آپ کی سُنّت کا پیغام ہی نہیں دیا تھا۔

مُبلّغ دینِ الٰہی ہر حالت میں کامیاب ہے

برادران اسلام۔ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین خلق خدا کے گوش گزار کرنے والا مبلغ ہر حالت میں کامیاب ہے۔ اگر آپ مان جائیں تو مبلغ کی کامیابی اور بالفرض نہ مانیں تو بھی کامیاب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود تو ان کے اعتراضوں سے بری الذمہ ہو گئے۔

تیسرا

دُنیا میں رہتے ہوئے جو لوگ اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ قیامت کے دن ہمیں اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہو کر حساب دینا ہے۔ ان کی جزاء خیر کا ذکر

(وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍ بَطَاۤىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۝ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۤنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ هَلْ جَزَاۤءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُدْهَاۤمَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝)

سورہ الرحمٰن رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ اور اس کے لئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے۔ دو باغ ہوں گے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ جن میں بہت سی شاخیں ہونگی۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں دو چشمے جاری ہونگے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں ہر میوہ کی دو قسمیں ہوں گی۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے۔ کہ جن کا استر مخملی ہوگا۔ اور دونوں باغوں کا میوہ جھک رہا ہوگا۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہونگی۔ نہ تو انہیں ان سے پہلے کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے چھوا ہوگا۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اور ان دونوں کے علاوہ اور دو باغ ہوں گے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ وہ دونوں بہت ہی سبز ہوں گے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں دو چشمے اُبلتے ہوئے ہوں گے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں نیک خوبصورت عورتیں ہونگی۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ وہ حوریں جو خیموں میں بند ہوں گی۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ نہ انہیں ان سے پہلے کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے چھوا ہوگا۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ قالینوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہونگے۔ جو سبز اور نہایت قیمتی نفیس ہوں گے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

چوتھا

اس قرآن مجید کے ذریعہ سے وہ لوگ ڈرتے ہیں۔ جن کا قیامت کے دن پر یقین ہے اور (انہیں) یقین ہے کہ اُس دن سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی کام نہیں آئے گا۔

(وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝) سورہ الانعام رکوع ۶ پارہ ۷

ترجمہ۔ اور اس قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈرا۔ جنہیں اس کا ڈر ہے۔ کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع کئے جائیں گے۔ اس طرح پر کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔ تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

پانچواں

خوف خدا ہو تو انسان اپنا سر کٹوا لیتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتا۔

(وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ)

سورہ المائدہ رکوع ۵ پارہ ۶

ترجمہ۔ تو اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصّہ صحیح طور پر پڑھ کر سُنا دے۔ جب ان دونوں نے قربانی کی۔ ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہ ہوئی۔ اس نے کہا۔ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس نے جواب دیا اللہ پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اُٹھائے گا۔ تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اُٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

چھٹا

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں۔ علاوہ اس کے مغفور مرحوم ہیں۔ پھر بھی اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں۔

(قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝) سورہ الانعام رکوع ۲ پارہ ۷

ترجمہ۔ کہدو۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

قرب الٰہی میں اتنے مراتب عالیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی میں وہ مراتب عالیہ حاصل ہیں جو کسی پیغمبر کو حاصل نہیں ہیں۔ ان کا چند احادیث میں مختصر سا نمونہ ملاحظہ ہو۔

پہلی

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ رواہ مسلم

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ میں قیامت کے دن آدمؑ کی ساری اولاد کا سردار ہونگا۔ اور میں پہلا وہ شخص ہونگا۔ جس سے (قیامت کے دن) قبر کھُلے گی۔ اور وہ پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور پہلا ہی شفاعت قبول کیا جانے والا ہونگا۔

دُوسری

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ رواہ مسلم

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ قیامت کے دن میں سب انبیاء میں سے تابعداروں کے لحاظ سے زیادہ ہونگا۔ (یعنی میری اُمّت کی تعداد سب پیغمبروں کی اُمّتوں سے زیادہ ہوگی) اور میں پہلا وہ شخص ہونگا جو بہشت کے دروازے کو (کھلوانے کے لئے) کھٹکھٹائے گا۔

تیسری

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ رواہ مسلم

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ قیامت کے دن میں بہشت کے دروازہ پر آؤں گا۔ پھر (دروازہ) کھولنے کے لئے کہوں گا۔ پھر دربان کہے گا۔ آپ کون ہیں۔ پھر میں کہونگا۔ محمدؐ۔ پھر کہے گا۔ آپ کے متعلق مجھے حکم دیا گیا تھا۔ کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔

چوتھی

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْيَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ يَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ. متفق علیہ

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ میری مثال اور (دوسرے) انبیاء کی مثال ایک محل کی سی ہے۔ جس کی تعمیر بہت اچھی کی گئی ہے۔ اس کی تعمیر میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔ سیاح آکر دیکھتے ہیں اس کی تعمیر کی عمدگی سے تعجب کرتے ہیں۔ سوائے اس اینٹ کی جگہ کے پھر میں نے اس اینٹ کی جگہ پوری کر دی ہے۔ میرے ذریعہ تعمیر مکمل ہوگئی ہے۔ اور میرے

ذریعہ انبیاء ختم کر دیئے گئے ہیں - (یعنی ان کی آمد بند ہوگئی ہے)

پانچویں

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ یَّوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ رواہ الترمذی

ترجمہ- ابی سعیدؓ سے روایت ہے - کہا- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - قیامت کے دن آدمؑ کی اولاد کا مَیں سردار ہونگا - اور یہ فخر سے نہیں (کہہ رہا) اور میرے ہاتھ میں (اللہ تعالےٰ کی) حمد کا جھنڈا ہوگا - اور یہ فخر سے نہیں (کہہ رہا) اور اس دن کوئی نبی نہیں ہوگا - آدمؑ اور اس کے سوا مگر میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے - اور مَیں پہلا وہ شخص ہونگا - جس سے زمین پھٹے گی (اور قبر سے نکل کر باہر آؤنگا) اور یہ فخر نہیں (کہہ رہا)

مشتے نمونہ از خروار

حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بے شمار ہیں - ان میں مشتے نمونہ از خروار کی طرح چند پیش کئے گئے ہیں - بایں ہمہ بفرضِ محال اللہ تعالےٰ کی ذرا سی نافرمانی ہونے پر اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں، - تو پھر اندازہ لگا لیجئے - کہ دوسرے لوگ جو واقعی گنہگار ہیں - انہیں کس قدر اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے - اور اس کی نافرمانی سے بچنا چاہیئے - اللّٰھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ

ساتواں

حضورِ انورؐ کا اعلان کہ مَیں بھی قرآن مجید کی تابعداری سے اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکتا

(وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ ھٰذَآ اَوْ بَدِّلْہُ ؕ قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝) سورہ یونس رکوع ۲ پارہ ۱۱

اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں - وہ لوگ کہتے ہیں - جنہیں ہم سے ملاقات کی امید نہیں کہ اس کے سوا کوئی قرآن لے آیا اسے بدل دے - تو کہدے - میرا کام نہیں - کہ اپنی طرف سے اسے بدل دوں - مَیں اسی کی تابعداری کرتا ہوں - جو میری طرف وحی کی جائے - اگر مَیں اپنے رب کی نافرمانی کروں - تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں - فاعتبروا یا اولی الابصار

تنبیہ

کیا حضورِ انورؐ کے بعد اور کسی شخص کو یہ مجال ہے کہ قرآن مجید کے احکام کی تعمیل سے ہٹ سکے - لہٰذا کوئی مسلمان بھی جو قرآن مجید کے احکام کی خلاف ورزی کرے - خواہ وہ جاہل ہو یا عالم - مرید ہو یا پیر - غریب ہو یا امیر سب گمراہ ہونگے - ایسے لوگوں کی بارگاہِ الٰہی میں کوئی عزت نہیں ہوگی - خواہ دُنیا ان کو سر پر اُٹھائے پھرے -

نواں

اللہ تعالےٰ سے ڈر کر شیطان کا میدانِ جنگ سے بھاگ جانا - لہٰذا معلوم ہُوا اللہ تعالےٰ کا خوف ایسی چیز ہے کہ اس ضدی اور ہٹ دھرم کو بھی اس کے باعث جھکنا پڑتا ہے -

(وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۚ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ۝ وَاِذْ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ ؕ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝) سورہ الانفال رکوع ۶ پارہ ۱۰

ترجمہ - اور اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانو - اور آپس میں نہ جھگڑو - ورنہ بزدل ہو جاؤ گے - اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی - اور صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے - اور ان لوگوں جیسا نہ ہونا - جو اتراتے ہُوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے گھروں سے نکل آئے - اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے - اور جو کچھ یہ کرتے ہیں - اللہ اس پر احاطہ کرنے والا ہے - اور جس وقت شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں خوشنما کر دیا - اور کہا - کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہ ہوگا - اور مَیں تمہارا حمایتی ہوں - پھر جب دونوں فوجیں (میدان جنگ بدر میں) سامنے ہوئیں (یعنی ایک دوسرے کے مقابلے میں آگئیں) تو وہ اپنی ایڑیوں پر اُلٹا پھرا - اور کہا - میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں - مَیں ایسی چیز دیکھتا ہوں - جو تم نہیں دیکھتے - مَیں اللہ سے ڈرتا ہوں - اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے -

دسواں

اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ یہ کافر جو آپ کو اپنے مُلک سے نکال دینے کی دھمکیاں دے رہے ہیں ہم انہیں ہلاک کر دینگے - اور آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ان کو ان کافروں کے ملک پر قابض کر دینگے - (وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِرُسُلِھِمْ لَنُخْرِجَنَّکُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓی اِلَیْھِمْ رَبُّھُمْ لَنُھْلِکَنَّ الظّٰلِمِیْنَ ۙ وَلَنُسْکِنَنَّکُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ ؕ ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ ۝) سورہ ابراہیم رکوع ۳ پارہ ۱۳

ترجمہ - اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا - . . . . . ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دینگے - یا ہمارے دین میں لوٹ آؤ - تب انہیں ان کے رب نے حکم بھیجا کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دینگے - اور ان کے بعد اس زمین میں تمہیں آباد کر دینگے - یہ اس لئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا - اور جس نے میرے عذاب سے خوف کھایا -

اس وعدے کی تصدیق

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدے کی بناء پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو کفار کے ممالک پر فتح عطا فرمائی تھی - اس وقت دُنیا میں دو ہی بڑی بادشاہیاں تھیں - مشرقی ممالک میں کسریٰ کی - اور مغربی ممالک میں قیصر کی - اللہ تعالےٰ نے دونوں بادشاہیوں پر صحابہ کرامؓ کو قابض کر دیا تھا - اب بھی یہی سماں مسلمانوں کو نظر آسکتا ہے - بشرطیکہ ذاتی تفوق کو نظر انداز کر کے قرآن مجید کی تعلیم کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھال لیں - قرآن مجید اور حدیث شریف کا یہ فیصلہ ٹھیک ہے - کہ حضورِ انورؐ کے بعد دُنیا میں نبی کوئی نہیں آئے گا - مگر اسلامی فوج کی حمایت کے لئے ملائکہ عظام کے آسمان سے نازل ہونے کا امکان اب بھی ہے - بشرطیکہ ہماری فوج اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی ہی مقبول ہو جیسے صحابہ کرامؓ تھے - کہ ان حضرات کے جذبات اور اعمال سب رضاء الٰہی کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے - جیتے تھے - تو اسلام کی سرفرازی کے لئے - اور مرتے تھے تو اسلام کی سرفرازی کے لئے - وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم اللّٰھم اجعلنا منھم

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۰ شعبان المکرم ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اِصلاحِ حال کے بعد استقامت کی ضرورت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡدُ ط

عرض یہ ہے کہ چونکہ ہر جمعرات کو بعض نئے احباب تشریف لاتے ہیں۔ اس لئے مجھے ہر بار اس اجتماع کی غرض و غایت بیان کرنی پڑتی ہے۔ انسان کی اصلاح کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ اصلاحِ قال

۲۔ اصلاحِ حال

اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہاں قال وہ پسندیدہ ہے۔ جو دینی نکتۂ نگاہ سے قال اللہ و قال الرّسول کے تابع ہو۔ قال کا درست ہونا بھی بڑا مشکل ہے۔ اگر قال، قال اللہ و قال الرّسول کے تابع ہو جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے انعاماتِ خصوصی میں سے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عَمۡرٍو قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لَیَاۡتِیَنَّ عَلٰۤی اُمَّتِیۡ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ حَذۡوَ النَّعۡلِ بِالنَّعۡلِ حَتّٰۤی اِنۡ کَانَ مِنۡہُمۡ مَنۡ اَتٰۤی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیۡۤ اُمَّتِیۡ مَنۡ یَّصۡنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ تَفَرَّقَتۡ ثِنۡتَیۡنِ وَسَبۡعِیۡنَ مِلَّۃً وَّتَفۡتَرِقُ اُمَّتِیۡ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبۡعِیۡنَ مِلَّۃً کُلُّہُمۡ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوۡا مَنۡ ہِیَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ قَالَ مَاۤ اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِیۡ (رواہ الترمذی)

(بَابُ الۡاِعۡتِصَامِ بِالۡکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ)

ترجمہ! عبداللہ بن عمرو رضؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ میری اُمّت پر ضرور ضرور ایسا زمانہ آئے گا۔ جیسا بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ دونوں میں ایسی مطابقت ہوگی۔ جیسے جوتی کے ایک تلہ کی دوسرے سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں اگر کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امّت میں بھی ایسا ہوگا۔ جو ایسا کرے گا۔ اور بیشک بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے اور میری اُمّت تہتّر ۷۳ فرقوں میں منقسم ہوگی۔ وہ ایک فرقہ کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ وہ کون سا فرقہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا جس میں مَیں ہوں اور میرے صحابہ کرامؓ ہیں)

مسلمانوں کے بہتّر فرقے جن کا قال، قال اللہ و قال الرّسول کے تابع نہ ہوگا۔ وہ دوزخ میں جائینگے ان کا قال دعویٰ کے لحاظ سے اسلامی ہوگا۔ مگر رسول اللہؐ کے قال کے تابع نہ ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلامی متصوّر نہ ہوگا۔ کہیں گے دینؐ مگر دین الٰہی نہ ہوگا۔ جاہل فرقے نہیں بنا سکتے۔ فرقے عالم ہی بنا سکتے ہیں۔ یہی گروہ موشگافیاں کرتا ہے۔ ان بہتّر فرقوں میں علمائے کرام بھی ہونگے اور صوفیائے عظام بھی۔ یہی دو گروہ دین کے حامل ہیں یہ اگر راہِ راست پر ہوں تو امت بھی راہِ راست پر ہوتی ہے۔ اگر یہ گمراہ ہو جائیں تو امت بھی گمراہ ہو جاتی ہے۔ یہود کے علماء اور فقراء سے اللہ تعالیٰ ناراض ہیں فرماتے ہیں۔

لَوۡلَا یَنۡہٰہُمُ الرَّبّٰنِیُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ عَنۡ قَوۡلِہِمُ الۡاِثۡمَ وَاَکۡلِہِمُ السُّحۡتَ ؕ لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ ۝ (سُورۃ المائدہ رکوع ۹ پ۶)

ترجمہ! ان کے فقراء اور علماء گناہ کی بات کہنے اور حرام مال کھانے سے انہیں کیوں نہیں منع کرتے۔ البتہ بہت بُری ہے وہ چیز جو وہ کرتے ہیں

میں کہا کرتا ہوں۔ کہ رنگ ہے قرآن

صِبۡغَۃَ اللّٰہِ ۚ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبۡغَۃً ۫ (الآیۃ)

(سورۃ البقرۃ رکوع ۱۶ پ۱)

ترجمہ! اللہ کا رنگ۔ اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے)

رنگ فروش ہیں علمائے کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام، علمائے کرام کو قرآن مجید کے رنگ کا رنگین بنانے کی ترکیب نہیں آتی۔ صوفیائے عظام کو اس کی ترکیب آتی ہے۔ عالم تو سمجھا دیتا ہے اور صوفی ویسا بنا دیتا ہے۔ عالم وہ ہے۔ جس کا قال، قال اللہ اور قال الرّسول کا ترجمان ہو۔

یہاں ۷۲ بہتّر گمراہ فرقے شور مچائیں۔ وہاں قال اللہ و قال الرّسول کی آواز کا سنائی دینا ہی مشکل ہے۔ طوطی کی نقار خانہ میں کون سنتا ہے۔ ۷۲ گمراہ فرقے بھی اپنی حق پرستی کا ڈھنڈورا پیٹیں گے۔ یہ کون کہتا ہے۔ کہ میں باطل پر ہوں ؎

کس نگوید کہ دوغِ من ترش است

ترجمہ! یہ کوئی نہیں کہتا کہ میرا دہی ترش ہے)

میں سمجھتا ہوں۔ وہ حضرات بڑے ہی خوش نصیب ہیں جن کا قال مَاۤ اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِیۡ کے مطابق ہو جائے۔ حضور انورؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا قال قرآن مجید تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ حال بھی قال اللہ و قال الرّسول کے تابع بنا دے تو نور علیٰ نور۔ قال اللہ (قرآن مجید) بھی زندہ ہے اور قال الرّسول (سنّت) بھی زندہ ہے انبیائے سابقین علیہم السّلام کی نہ آسمانی کتابیں محفوظ ہیں۔ اور نہ ان کا اسوۂ حسنہ۔ حضور انورؐ فرماتے ہیں کہ انبیائے سابقین علیہم السلام کے کلام میں سے صرف ایک فقرہ محفوظ ہے

اِذَا لَمۡ تَسۡتَحۡیِ فَاصۡنَعۡ مَا شِئۡتَ جس کا فارسی میں کسی نے ترجمہ کیا ہے ؎

بے حیا باش ہر چہ خواہی کُن۔

قال ہے۔ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ط

اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ یہ ہمارا حال ہو جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ساری دنیا سے عبدیّت کا تعلق توڑے، اور صرف اللہ تعالےٰ سے جوڑ لے ؎ سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔

کتنے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے ہر حکم کو مانتے ہیں۔ اکثریت کی حالت یہ ہے ؎

ہم وہ بدمست قلندر ہیں
کبھی مسجد ہیں کبھی مندر ہیں

شریعت اور اللہ تعالےٰ کا حکم کون مانتا ہے۔ کیا مسلمانوں کی اکثریت گھوڑی، سہرا، باجا اور دوسری ہندوانہ رسموں کو شادی کے لئے ضروری سمجھتی؟ انکے ہاں گھوڑی پر دلہا کو سوار کرنا فرض عین ہے۔ مولویوں کو چاہیے۔ کہ ان سے صاف صاف کہہ دیں۔ کہ جب رسمیں ہندوؤں کی کرتے ہو۔ تو نکاح بھی کسی ہندو سے پڑھوا لو کیا یہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں؟ اللہ تعالےٰ کے بندے تو وہ ہیں۔ جو حضور انورؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ خود اللہ تعالےٰ نے رسول اللہؐ کو ہمارے لئے نمونہ بنایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا ؕ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پ۲۱)

ترجمہ! البتہ تمہارے لئے رسول اللہؐ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے)

معاملات میں کافر اتنا بددیانت نہیں تھا جتنا مسلمان ہے۔ اے مسلمان! تو تو اسلام اور حضور انورؐ کو بدنام کرنے والا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کا نہیں نفس کا بندہ ہے۔ کیا یہی اسلام ہے جو تو لئے پھرتا ہے۔ گھی، دودھ، مرچ غرضیکہ کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔ اے مسلمان! جب تو اتنا بددیانت ہے۔ تو کلمہ کیوں پڑھتا ہے؟ یا کلمہ پڑھنا چھوڑ دے۔ یا بددیانتی اور بے ایمانی سے باز آ۔ حال تو بعد میں آئے گا۔ مسلمان کا تو قال ہی غلط ہے۔ اگر نوکر تمہارا کہا نہ مانے تو اس کو بددیانت اور بے ایمان کہتے ہو۔ تم اللہ تعالےٰ کا کہا نہ مانو۔ تو پکے مسلمان۔؟

یہ تو تمہید ہی تھی - آج میں نے جو کچھ عرض کرنا تھا وہ اب عرض کرتا ہوں - اول تو اصلاح قال ہی بڑی مشکل سے ہوتی ہے - لیکن اصلاح حال اس سے زیادہ مشکل ہے - اصلاح حال ہو جانے کے بعد استقامت کی ضرورت ہے - اسی لئے صوفیائے کرام فرمایا کرتے ہیں۔

اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَةَ وَلَا تَطْلُبُوا الْكَرَامَةَ فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَةَ فَوْقَ الْكَرَامَةِ

ترجمہ! استقامت کی دعا کرو - اور کرامت کی دعا نہ کرو - کیونکہ استقامت کرامت سے بالاتر چیز ہے -)

ایمان اور اسلام ہمارا نہیں - یہ اللہ کا عطیہ ہیں - وہ بعض اوقات دے کر چھین بھی لیتے ہیں - اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ایمان اور اسلام لحد قبر میں ساتھ لے جانے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا اللہ العالمین - لحد قبر میں ایمان اور اسلام سلامت لے جانے کے بعد پھر نہیں چھینیں گے -

اس سے پہلے ہر وقت ایمان اور اسلام خطرہ میں ہے - یہ مضمون میں نے ایک حدیث شریف سے اخذ کیا ہے - حدیث میں ہے اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں حضور انور فرماتے ہیں - کہ بعض آدمی پیدا بھی مومن ہوتے ہیں - زندہ بھی مومن رہتے ہیں اور مرتے بھی مومن ہیں - اللّٰھم اجعلنا منہم - آگے فرماتے ہیں - بعض آدمی پیدا تو مومن ہوتے ہیں - اور زندہ بھی مومن رہتے ہیں - لیکن مرتے ہیں تو کافر - اللّٰھم لا تجعلنا منہم -

دو دشمن ہر وقت انسان کے ساتھ لگے رہتے ہیں - ایک نفس ، دوسرا شیطان - ان دونوں دشمنوں سے انسان کے ایمان اور اسلام کو ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے - اس خطرہ سے محفوظ رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے - کہ اللہ تعالےٰ ایسے شخص یا ایسی جماعت کی صحبت نصیب فرمائے - جس کا قال اور حال - قال اللہ و قال الرسول کے مطابق ہوں اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں -

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج الآية (سورۃ الکہف رکوع ۴ پ ۱۵)

ترجمہ ! تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں - اسی کی رضا مندی چاہتے ہیں - اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا - کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے)

اللہ تعالےٰ ہمیں ان لوگوں کی صحبت میں رہنے کا حکم دے رہے ہیں - جن کی زندگی کا نصب العین فقط رضائے الٰہی ہے - وہ نہ تو جائدادیں بنانا چاہتے ہیں - نہ سیٹھ بنا چاہتے ہیں - اور نہ سرکاری ملازمت میں گریڈ بڑھانا چاہتے ہیں - اس قسم کے لوگوں سے وابستہ رہنا بہت ضروری ہے - ان سے ہٹ جانے سے خطرہ ہے کہ شیطان شکار کر کے نہ لے جائے - جس بکری جب تک ریوڑ میں رہتی ہے وہ گڈریے کی حفاظت میں رہتی ہے - لیکن جب وہ ریوڑ سے نکل جاتی ہے - تو بھیڑیے کا شکار ہو جاتی ہے -

آج کی معروضات کا خلاصہ کسی اللہ والے نے سندھی اشعار میں پیش کیا ہے - میں ان کا ترجمہ عرض کرتا ہوں -

جس کو محبوب کا وصال حاصل نہیں
وہ بدقسمت تو وصال کیلئے روتی
ہے - لیکن جس کو وصال نصیب ہے
وہ بھی روتی ہے - اس سے جب
پوچھا گیا - کہ تو کیوں روتی ہے -
تو وہ جواب دیتی ہے - کہ میں اس
لئے روتی ہوں کہ کہیں میرا محبوب
میری کسی غلطی پر تجھے اپنے
دروازہ سے نہ ہٹا دے

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے اور جہنم دیکی چھیچھ ہونے سے بچائے - آمین یا الہ العلمین - ہم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں - ہمارا مقتدا وہ شخص ہو سکتا ہے - جو دروازہ محمدیؐ سے گذار کر ہمیں دربار الٰہی میں پہنچا سکے - اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ایک شخص صوفی کہلائے آسمان پر اڑتا ہوا نظر آئے - لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے اگر اس کا مسلک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلک کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے - اس کی بیعت کرنا حرام ہے - اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے - ورنہ وہ بھی جہنم میں جائے گا - اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا - اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے -

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۵ (سورۃ النساء رکوع ۱۷ پ ۵)

ترجمہ اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے

تبصرہ

(تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے)

رحمتِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم

مُصنّفہ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب
ضخامت ۱۶۸ صفحات - کاغذ، کتابت اور طباعت عمدہ
قیمت غیر مجلد ایک روپیہ -
ملنے کا پتہ: دار الاشاعت والتبلیغ
شمس آباد ضلع اٹک (مغربی پاکستان)

اس چھوٹی سی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الممات کے کے متعلق بحث کی گئی ہے - کچھ عرصہ سے یہ مسئلہ ہمارے ہاں چھڑا ہوا ہے اور اس سے لوگوں کے دلوں میں تشویش پیدا ہو رہی ہے - اس تشویش کے ازالہ کے لئے اس چھوٹی سی کتاب کا مطالعہ انشاء اللہ باعث تسکین ہوگا - فاضل مُصنّفہ نے حضور انورؐ کی حیات بعد الممات کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات - رسول اللہؐ کی احادیث - اجماع اُمّت اور بزرگان دین کے اقوال پیش کئے ہیں - فاضل مصنّف نے اس کتاب کو اتنا دلچسپ بنا دیا ہے کہ ایک مرتبہ شروع کر کے ختم کئے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا - اللہ تعالیٰ فاضل مصنّف کی محنت کو قبول فرمائیں - اور مسلمانوں کو اس سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائیں - آمین یا الٰہ العالمین -

(بقیہ درس قرآن صفحہ ۱ سے آگے)

۳۶۰ بتوں کے پجاری عقلمند اور ایک خدائے واحد کا نام بلند کرنے والا پاگل - نقل کفر کفر نباشد -

جس کا دماغ خراب ہو جائے وہ خیرخواہ کو بدخواہ سمجھتا ہے - جیسے مالیخولیا کا مریض کھاتا پیتا سب کچھ ہے اُس کے ورثاء اُس کو پنجرہ نما کمرہ میں بند کر دیتے ہیں - وُہ فقط اپنے اُس بھائی کو دیکھ کر گالیاں دیتا ہے جو اُس کے علاج کے لئے دوائی لاتا ہے - باقی سب سے خوب ہنستا کھیلتا ہے - تمہارے خیرخواہ فقط اللہ والے ہیں - جو تمہیں حق پہنچاتے ہیں اور تم دشمن اُنہی کے ہو - جو تمہاری ہاں میں ہاں ملائے تم اُن کے کب دشمن ہو -

اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دامن سے وابستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے - آمین

مرتبہ خاموش مُبلّغ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِلّتِ ابراہیمیؑ سے رُوگردانی

درسِ قرآن کی ایک جھلک

(شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدّظلہٗ)

(وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ اِلَّا مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ)

الآیہ سورہ البقرہ رکوع ١٦ پارہ ١

ترجمہ - اور کون ہے جو مِلّت ابراہیمیؑ سے روگردانی کرے سوائے اس کے جو خود ہی احمق ہو -

حضرت ابراہیمؑ کی دُعا

اس سے ماقبل کی آیت میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی دُعا کا ذکر ہے - وُہ دُعا رَبَّنَا کے لفظ سے شروع ہُوئی تھی - رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا رَبَّنَا متکلم مع الغیب کا صیغہ ہے - دونوں حضرات (باپ اور بیٹا) دُعا میں شامل تھے - یعنی ہماری دُعا میں اپنا رسولؐ مبعوث فرما جو (یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ) ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں کتاب اور دانائی سکھائے اور انہیں پاک کرے - حضرت اسماعیلؑ بیٹے ہیں اور دُعا میں شامل ہیں - آج فقط ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے - وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّۃِ اِبْرٰھٖمَ میں مفرد کا صیغہ استعمال کیا جا رہا ہے - اور حضرت ابراہیمؑ کے دین کا خلاصہ اُوپر عرض ہو چکا ہے - اب

عقلمندی

کی بات یہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے پیش کردہ پروگرام جو انہوں نے اپنی اولاد (اُمّتِ مسلمہ) کے لئے تجویز کیا ہے - اُس سے روگردانی کوئی بیوقوف ہی کر سکتا ہے - گویا حضرت ابراہیمؑ یہ محسوس کر رہے ہیں - کہ جب تک خُدا کی طرف سے ہادی نہیں آئے گا خدا کی مخلوق کی اصلاح ناممکن ہے - سوائے انسان کے باقی تمام مخلوق کو اس کی زندگی کا پروگرام اللہ تعالےٰ نے براہِ راست اس کے دل میں القاٗ کیا ہُوا ہے - حاصل دُعا یہ ہے کہ انسان اپنے

مقصدِ تخلیق

کو سمجھ نہیں سکتا - جب تک کہ ہادی کے ذریعہ سے اس کو سمجھایا نہ جائے - انسان کے لئے انبیاء علیہم السلام ہادی ہوتے ہیں - ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام انسانوں کو مقصدِ تخلیق سمجھانے اور عملی نمونہ بن کر دکھانے کے لئے مبعوث فرمائے گئے - اس واسطے حضرت ابراہیمؑ دُعا فرما رہے ہیں - کہ اے ہمارے پروردگار ان میں ایسا ہادی بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے - اور انہیں پیدائش کے مقصد سے آگاہ کرے - اور ان کے زنگ آلود دلوں کو پاک و صاف کرے -

تمام مخلوق کو پیدا کرنے والا اللہ جلّ شانہٗ ہے اور مرسل من اللہ ہادی ہی اللہ جلّ شانہٗ کا عندیہ بتا سکتا ہے - پیغمبر سب سے زیادہ بلند اخلاق اور پاکیزہ انسان ہوتے ہیں - جن کی تربیت اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں - سوائے اللہ تعالےٰ کے انبیاء علیہم السلام کا کوئی اُستاذ نہیں ہوتا - اللہ تعالےٰ ہر طرح سے اُسے مزّین اور مرصّع کر کے بھجواتا ہے -

انسان کو دو قسم کی ضروریات لاحق ہوتی ہیں ضروریاتِ رُوحانی اور ضروریاتِ جسمانی

پیغمبر انسان کی رُوحانی ضروریات کے لئے راہنما ہوتا ہے - انسان کا رُوحانی مربّی سب سے زیادہ پاکیزہ اخلاق کا حامل ہوتا ہے - تمام صفاتِ حمیدہ میں وُہ کامل نمونہ ہوتا ہے - تعلق باللہ کی درستی اور انسان کو مقصدِ تخلیق سمجھانے کے لئے عملی جامہ پہن کر نمونہ بن کر دکھانے کے لئے پیغمبر کی ضرورت ہے - اسی لئے حضرت ابراہیمؑ دُعا فرما رہے ہیں - وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا - جو شخص بھی اس پیغمبر کے روحانیت کے پیغام کو اپنائے گا وہ کامیاب ہوگا - اور جو نہیں اپنائے گا وہ ناکام رہے گا -

ضروریات جسمانی کے لئے بھی اللہ تعالےٰ کسی ایک کو القاء فرماتے ہیں - اور باقی سب اس کی تابعداری کرتے ہیں - مثلاً نقل حمل اور بار برداری کے لئے سب سے پہلے بیل گاڑیاں ٹانگے بنے - پھر موٹریں، لاریاں، ٹرک بنائے گئے - اور تدریجاً ریل گاڑیاں بحری اور ہوائی جہاز بن گئے ہیں - کہاں دس دن میں بحری جہاز کراچی سے جدّہ پہنچتا تھا اور اب آٹھ گھنٹے میں ہوائی جہاز کراچی سے جدہ پہنچ جاتا ہے - ضروریات و ایجادات جسمانی کے سلئے اب بھی اللہ تعالےٰ القاء فرما رہے ہیں - اور اس کے لئے

ایمان شرط نہیں ہے

روس اور امریکہ میں آج کل جتنی ایجادات ہو رہی ہیں وہ سب جسمانی ضروریات کے پُورا کرنے کے لئے ہیں - تعلق باللہ کی درستی اور مقصدِ تخلیق سمجھنے کے بارے میں وُہ قطعاً نابلد ہیں -

ہر چیز کی بناوٹ معلوم کرنے کا جذبہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالےٰ نے رکھا ہُوا ہے - جیسے بچّہ جو چیز دیکھے سوال کرتا ہے - ابّا جی یہ کیا ہے - ابّا جی یہ کیا ہے - انسان جب ہر چیز کی غرض دوسروں سے پوچھتا ہے تو اپنی تخلیق کی غرض بھی خالق سے پوچھے - کہ اے اللہ تُو نے مجھے کیوں بنایا ہے

کوئی بیوقوف ہی ہوگا

جو سارے جہان کی چیزوں کا مقصدِ تخلیق تو پوچھتا پھرے اور اپنے متعلق یہ دریافت نہ کرے کہ مجھے کیوں بنایا گیا ہے گویا انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ خدا تعالےٰ سے پُوچھے کہ اے اللہ تُو نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے -

مُعلّم اور متعلم کا فرق

معلّم میں سمجھانے کی استعداد بالفعل پیدا ہوتی ہے اور متعلم میں سمجھنے کی استعداد بالقویٰ ہوتی ہے - اُستاد عملاً ماہر ہوتا ہے اور شاگرد میں اس کام کے سیکھنے کی استعداد ہوتی ہے - مثلاً لوہے سے چاقو تلوار بنانا لوہار مستری تو سیکھا ہُوا ہے اور نیا شاگرد جس کو سکھایا جاتا ہے اس میں سیکھنے کی استعداد ہوتی ہے - معلم اور متعلم کا فرق یہ ہے کہ معلم میں استعداد بالفعل ہوتی اور متعلم میں بالقویٰ - ہر فن کے صاحبِ کمال معلّم قلیل ہوتے ہیں - اور متعلم کثیر ہوتے ہیں - اسی طرح ہادی ایک ہوتا ہے اور اُمّت کثیر ہوتی ہے - انسان کی پہلی بیوقوفی یہ ہے کہ دوسری چیزوں کی بناوٹ کی غرض تو معلوم کرتا ہے - اور ضروریات جسمانی کے پُورا کرنے کے لئے تو اُستاد کی ضرورت محسوس کرتا ہے - لیکن ضروریات روحانی میں خدا سے تعلق جوڑنے والے اُستاد کی ضرورت نہیں سمجھتا - اپنا ریسرچ نہیں کرتا - کہ مرنے کے بعد کیا حال ہوتا ہے - شیطان

ایسا لعین ہے کہ اس نے سب یورپین کو بیوقوف بنا رکھا ہے۔ راکٹ آسمان پر چڑھیں نہ چڑھیں پہلا سوال تو یہ ہونا چاہیئے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے۔ اوّل تو کوئی عیسائی عالم ایسا ہوگا جو حالات ما بعد الموت بتائے۔ اور اگر نہ ہو تو اسلام کے دروازہ پر آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرما گئے ہیں کہ مرنے کے بعد قبر بہشت کے باغوں میں سے باغ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے گڑھا ہوتی ہے۔ مَیں کہا کرتا ہوں۔ اے نوجوان یا تو مان جا اللہ بھی سچّا اور اللہ کا رسولؐ بھی سچا۔ اگر نہیں مانتا تو پھر ادھر آ چودہ سال انگریز کے نصاب تعلیم کو باپ کی کمائی کھا کر پورا کیا ہے تو اِدھر بھی چودہ سال کے اخراجات میرے پاس لا کر جمع کرا دے پہلے ٹسٹ کرونگا اگر نورِ فطرت جو ماں کے پیٹ سے لے کر آیا ہے بجھ نہیں گیا تو اللہ تعالیٰ کے کسی بندہ کے پاس لے جا کر بٹھاؤں گا اور عرض کر دوں گا۔ حضرت اس کی تربیت فرما دیجئے۔ اور جب شریعت کا ملاً کی سند مل جائیگی تو پھر لاہور میں آنا اور میانی شریف کے قبرستان میں پھر جانا اور ایک منٹ میں پتہ چل جائیگا کہ یہ قبر بہشت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا ہے۔ خدا زندہ ہے خدا کا فرمان قرآن زندہ ہے۔

اسلام زندہ ہے

دُنیا میں کسی پیغمبر کی تعلیم زندہ نہیں ہے۔ کوئی آسمانی کتاب محفوظ نہیں ہے۔ سوائے قرآن مجید کے۔ اور کسی پیغمبر کی سُنّت بھی محفوظ نہیں ہے۔ قرآن مجید کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت بلکہ ہر عملِ حیات بھی محفوظ ہے۔ قرآن متن ہے اور حدیث اس کی تشریح ہے۔ قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود خداوند باری تعالیٰ نے لیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ ہم نے ہی قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ لہٰذا قرآن کی حفاظت کے ساتھ حدیث کی حفاظت ازخود ہوگئی۔ پہلے پیغمبروں کی تعلیم میں سے صرف ایک جملہ باقی ہے۔ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ۔ جس کا کسی نے فارسی میں یوں ترجمہ کیا ہے ع

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہر عملِ حیات دُنیا کے لئے نمونہ ہے۔ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) تاکہ کسی معاملہ میں غلط راستہ اختیار نہ کرلے۔

عورت سے سلوک

ایام ماہواری میں مستورات قیامت تک مبتلا ہوتی رہیں گی۔ اس معاملہ میں عورت سے کیا سلوک کیا جائے۔ یہود کا تقوےٰ اس درجہ پر تھا کہ عورت کو نجسِ مطلق سمجھا جاتا تھا۔ اور مشرکین عرب بالکل آزاد تھے۔ اسلام کی تعلیم میں عورت کا صحیح مقام احادیث سے ثابت ہے۔ کہ عورت کا لعابِ دہن بھی پلید نہیں ہے۔ البتہ تعلقاتِ خصوصی ممنوع ہیں۔ آٹا گوندھے گی، روٹی پکائے گی اور تمام امور خانہ داری سرانجام دے گی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مَیں ایّامِ ماہواری میں تھی اور جس برتن سے مَیں پانی پیتی تھی اُسی برتن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے تھے۔ اور اُسی جگہ پر مُنہ لگا کر پیتے تھے۔ اس سے ثابت یہ کرنا ہے کہ عورت کا لعابِ دہن پاک ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے دین سے بیوقوف ہی روگردانی کرتے ہیں۔

یُورپ والوں کو

اسی واسطے احمق کہہ رہا ہوں۔ پیغمبر مشنری بنانا نہیں بتائے گا بلکہ تعلق باللہ درست کرنے کا راستہ سکھائے گا۔ جو پیغمبر کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ احمق ہے اور دُنیا و آخرت میں جوتے کھائے گا۔ احمق وہ ہے جو انجام کو سوچے بغیر ہی جو چاہے کر گزرے۔ مثلاً ایک چور بازار سے گزرتا ہے اور مٹھائی کی دُکان دیکھ کر اُس کا دل للچاتا ہے اور اُس کو نفس سمجھاتا ہے۔ رات کو حلوائی دوکان پر نہیں ہوگا رات کو نقب لگا کر مٹھائی کے تھال لے جانا۔ جہاں نقب زنی ہوئی پولیس پچاس میل سو میل کے فاصلہ پر بھی نقش پا کو دیکھ کر پکڑ لے گی ہتھکڑی لگائے گی اور جیل خانہ پہنچا دے گی۔ ۔

پتہ دیتی ہے شوخی نقش پا کی

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی

احمق کی نگاہ آگے نہیں جاتی پتہ نہیں ہے کہ آگے جوتے پڑیں گے۔

عقلمند بھی بازار سے گزرتا ہے۔ اس کو بھی مٹھائی کی دوکان نظر پڑے گی۔ لیکن وہ انجام کو سوچے گا۔ غرض احمق راکٹ اُڑا رہے ہیں۔ لیکن اس طرف ریسرچ نہیں کرتے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ دل کی آنکھوں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قبر والوں کا کیا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صفتِ نبوت منتقل نہیں ہونے دی۔ نبوّت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ باقی تمام صفات حمیدہ نبویہ کے حامل کامل آج تک آ رہے ہیں اور قیامت تک آتے رہیں گے۔ ان صفاتِ محمدیہ میں ایک صفت

کشفِ قبور

بھی ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا واقعہ کشفِ قبور ملاحظہ ہو۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ پس آپ نے فرمایا ان دونوں قبر والوں پر عذاب کیا جا رہا ہے۔ اور کسی بڑی چیز پر عذاب نہیں کیا جا رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔ اور دوسرا چغلخور تھا۔

گناہوں کی بُو

۲۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو گناہوں کی بو آتی تھی۔ حضرت شبیب بن ابی روحؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں اُنھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) صبح کی نماز پڑھی اور اس کے اندر سورۂ روم کو پڑھا۔ پس آپ کو تشابہ ہُوا۔ پھر جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا۔ لوگوں کا کیا حال ہے ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اور اچھی طرح وضو نہیں کرتے اور اس وجہ سے ہم پر اشتباہ ڈالتے ہیں قرآن میں (یعنی ہماری نماز خراب کرتے ہیں) مثلاً بے احتیاطی سے وضو کرتے وقت ایڑی خشک رہ گئی۔ یا کُہنی خُشک رہ گئی۔ گناہ صرف اتنا اور جرم یہ ہے کہ نماز خراب ہوگئی۔

اب بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ایسے موجود ہیں کہ اُن کے پاس سے گزر جائیں تو اُن کو پتہ لگ جاتا ہے کہ زنا کرکے آیا ہے یا اُس کے پیٹ میں حرام کا مال ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دُعا کی ہے وہ ساری دُنیا کے لئے ہے۔ خُدا تعالیٰ مرتے دم تک اس لائن پر چلائے روٹی ملے نہ ملے بھوکے مر جائیں تو ہرج نہیں۔ اور جو پیغمبر کی لائن سے ہٹ جائیگا

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

لال دین صاحب اختر

حلقۂ احباب

قسط نمبر ۱۵

مسعود - مولوی صاحب! آپ براہ کرم مولانا محی الدین صاحب کے متعلق کچھ اور بیان فرمائیے۔

جاوید - ہاں۔ہاں کل آپ نے ایک ہی واقعہ بیان فرمایا تھا۔

اختر - اگر ایسے لوگ دُنیا میں موجود ہیں۔تو اُن کی صحبت میں گاہے گاہے ضرور حاضر ہونا چاہیئے۔

مولوی عبدالرشید - اختر صاحب! آپ نے گاہے گاہے فرمایا ہے۔ اچھا گاہے گاہے کی قیمت کا اندازہ ہی کر لیجئے۔حضرت مولانا رومؒ کے شعر پر غور فرمائیے۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

جاوید - یہ کیسے ممکن ہے؟

مولوی عبدالرشید - اگر آپ کو اس حقیقت کے ماننے سے انکار ہے تو کچھ عرض کروں؟

جاوید - خیر! آپ کی بیان کردہ باتیں صحیح ہوتی ہیں۔ مگر مجھے اس شعر کے ماننے میں تردّد ضرور ہے۔

مولوی عبدالرشید - کیا آپ کو صحبتِ اولیاءؒ کے فیوض و برکات میں تردّد ہے؟

جاوید - نہیں مَیں صحبت کے اثرات کو مانتا ہوں۔ کہ بُری صحبت انسان کو بُرائی کا عادی بنا دیتی ہے۔ اور نیک صحبت نیکی کی محبت سینے میں پیدا کرتی ہے۔

مسعود - جاوید صاحب۔ اتنی جلدی تو ماننے والے تھے نہیں مگر مولوی صاحب شاید آپ بھول گئے ہیں۔ کہ ایک دو دفعہ صحبت کے اثرات کے متعلق یہاں خوب بحث ہو چکی ہے۔

جاوید - (مُسکرا کر) خیر کچھ سہی مگر

"بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا"

کو مَیں سمجھنا چاہتا ہوں۔

مولوی عبدالرشید - آپ اقبال مرحوم کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک اُن کے اشعار مبالغہ آمیزی، شاعرانہ تعلّی اور بے معنی دعاوی پر مبنی ہیں؟

جاوید۔ اختر۔ مسعود! ہرگز نہیں۔ ہم اقبال مرحوم کو ایک بلند پایہ شاعر مانتے ہیں۔

مولوی عبدالرشید - مَیں نے جہاں تک ڈاکٹر اقبال کے لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے۔ اُن میں سب سے زیادہ میری پسندیدہ کتاب مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" اور جاوید نامہ ہے۔ اگرچہ اُردو ادب کے اعتبار سے بانگ درا اور بال جبریل بھی اپنا جواب نہیں رکھتیں مگر مثنوی مذکورہ بالا اور جاوید نامہ میں علامہ مرحوم پر مولانا رومیؒ کا رنگ غالب ہے۔ اور اکثر و بیشتر اشعار اسلام کے نکات و غوامض کی نہایت لطیف شرح ہیں اور عام اشعار میں روحِ انسانی اور اسلام کے قدسی اثرات کا ذکر۔ قرآن پاک کی مبارک تعلیم کا انقلابی پہلو اور مسلمان کو قرآن حکیم کی گرویدگی کا سبق۔ اور عشقِ رسول کی دعوت بار بار مختلف دلکشا انداز و اسلوب سے پیش کی گئی ہے۔

مَیں اس چیز پر بھی دل سے خوش ہوں کہ آپ ہمارے باہمی بحث و مباحثہ میں علامہ اقبال مرحوم کو ثالث مان لیتے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ بات ہم سب کے لئے بڑی حد تک سعادت کا پہلو بھی رکھتی ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر اقبال ایک ایسے پُر اسرار انسان گزرے ہیں۔ جن کا کلام اگر سارا نہیں تو جتنا بھی اسلام کی تائید میں ہے لازماً قابلِ قدر ہے۔

جاوید - ہم علامہ مرحوم کے نظریات کو ہر طرح مسلّم مانتے ہیں۔ لہٰذا آپ اُن کے کلام کو ہی پیش کریں۔

مولوی عبدالرشید - دوستو! مَیں شاید کسی موقعہ پر حضرت حنظلہؓ والی حدیث آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں۔ جن کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی صحبت سے جدا ہو کر اپنے نفاق پر شبہ ہوتا ہے۔ اور وہ صدیقِ اکبرؓ کو ساتھ لے کر دربارِ رسالت مآب میں گھبرائے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ اور اپنی قلبی حالت کا ذکر کرتے ہیں۔ جس پر مزکّیٔ اعظمؐ۔ محسنِ انسانیتؐ۔ رہبرِ انس و جاں محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ کہ حنظلہ میری صحبت میں جو تمہاری قلبی کیفیّت ہوتی ہے۔ اگر کاروبار میں بھی وُہی رہے تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں پر مصافحہ کریں لیکن حنظلہ وہ چیز گاہے گاہے میسّر آتی ہے۔

حضرات! آپ کو یقین آگیا ہوگا کہ صحابہ کرامؓ کی رشکِ قدسیاں جماعت نیّرِ رسالت کی کرنوں سے اوجھل ہو کر اپنے اس وجدانی سرور کو قائم نہیں رکھ سکتی بلکہ ان کی تشنگی کا تو یہ عالم تھا۔ کہ وہ زبانِ قال سے کہا کرتے تھے۔ ع

ساجن سے جدا ہو کر جینا کوئی جینا ہے!

اور یہی وہ چیز تھی جس نے اُنکی زندگیوں کو کشف و کرامت کی جلوہ گاہ بنا دیا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شام و سحر میں آقائے انس و جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار عام کی نعمت تمام چیزوں پر فوقیت رکھتی تھی۔ ورنہ ہمارے پاس قرآن پاک صحابہ کرامؓ کی نسبت زیادہ بہتر حالت میں موجود ہے۔ اُن کا قرآن ہڈیوں۔ پارچہ جات اور درختوں کی چھال پر لکھا ہُوا تھا۔ لیکن ہمارا قرآن عزیز۔ پیکو آرٹ۔ فیروز سنز ٹرسٹ۔ تاج کمپنی سے نہایت خوشنما چھپا ہُوا اور اور سُنہری چرمی جلدوں کے علاوہ حریری غلافوں میں لپیٹا ہُوا اور خوشبوؤں میں بسایا ہُوا ہے۔ اور یہی وہ پُر نور محفل تھی جس کے متعلق اقبال مرحوم نے فرمایا ہے ؎

نہ بادہ ہے نہ صراحی نہ دورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزمِ جانانہ

دوسری جگہ

طے شود جادۂ صد سالہ بآہے گاہے

جاوید صاحب! مولانا رومی تو "یک زمانہ" کی صحبت کو عبادتِ صد سالہ سے آگے سمجھتے ہیں۔ مگر آپ کے اقبال مرحوم ایک آہ میں صد سالہ رستہ طے کرنے کو بڑے یقین و وثوق سے بیان فرما رہے ہیں باقی رہا یہ کہ وہ کونسے لوگ ہیں جن کی صحبت میں یہ انمول موتی ملتے ہیں۔ اس کے متعلق علّامہ مرحوم کے نظریّہ پر غور فرمائیے۔ علّامہ مرحوم کی نگاہ میں اولیاء کرام کا مقام بہت بلند ہے۔

فرماتے ہیں ؎

بندۂ حق وارثِ پیغمبراں
اُو نگنجد در جہانِ دیگراں

دیکھا کہ اولیاء کرامؒ پیغمبروں کے کمالات کے وارث ہوتے ہیں - اور وُہ ایسی فضا میں نہیں سما سکتے - جس میں کفر کا تسلط ہو یا بے دینی کا جمود طاری ہو - اُن کا ہر قدم روحوں اور دلوں میں انقلاب پیدا کر دیتا ہے - اور ان کی صحبت میں انسانیت اپنا کھویا ہُوا مقام حاصل کرلیتی ہے -

(مولوی عبدالرشید اپنے پورے جوش سے اقبال مرحوم کے اشعار پیش کر رہے ہیں - اور حاضرین نہایت عقیدت سے سُن رہے ہیں)

چوں فنا اندر رضائے حق شود
بندۂ مومن قضائے حق شود

جب کوئی صاحب ایمان اللہ تعالیٰ کی رضا میں اپنی تمام متاعِ حیات کو فنا کر دیتا ہے تو اُس کا مقام اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ اُس کی بلندیٔ نگاہ قدرت کو ہی معلوم ہوتی ہے اور اُس کا ہر عمل حیاتِ عالمِ ناسُوت میں خرقِ عادت کا حکم رکھتا ہے -

تیغِ ایوّبی نگاہِ بایزید
گنجہائے ہر دو عالم را کلید

سلطان صلاح الدین ایوّبی علیہ الرحمۃ کی خسروی شمشیر اور مجاہدانہ عزمِ صمیم کے ساتھ سیّدنا بایزیدؒ کی عارفانہ نظر مِل جائے تو اس جامعیت کی برکت سے دُنیا میں کامرانی اور عقبیٰ میں سرخروئی حاصل ہوسکتی ہے

مردِ میداں زندہ از اللہ ہو است
زیرِ پائے او جہانِ چار سو است
بندۂ کو دل بغیر اللہ نہ بست
میتواں سنگ از زجاج او شکست

اختر - اللہ اللہ! اقبال مرحوم کے دل میں اولیاء کرام کی عظمتوں کا ایک سمندر لہریں لے رہا ہے -

مسعود - اختر صاحب! اشعار کا مفہوم لوگوں پر واضح ہونے دیجئے -

مولوی عبدالرشید - اللہ والے لوگ اللہ تعالےٰ کی محبت کو ہی اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں - جس کے صلے میں پروردگارِ عالم اُن کو دولتِ استغنا سے مالا مال کر دیتا ہے -

سُنئے - وہ خدا پرست انسان جو دروازۂ الٰہی پر جم کر بیٹھ جاتا ہے - تو اس کے آئینۂ دل میں وہ قوت پیدا ہوسکتی ہے جس سے سنگِ خارا کو بھی پاش پاش کیا جاسکتا ہے -

جاوید - مولوی صاحب! اقبال مرحوم تو اولیاء پرست معلوم ہوتے ہیں -

مولوی عبدالرشید - نہیں اولیاء پرست نہیں - مگر ہم لوگوں کو علماء خیر اور صوفیائے پاک باطن کی صحیح عظمت سے آگاہ کر رہے ہیں - تاکہ اس مادہ پرست دُنیا میں ہم بھی روحانیت کے اماموں کو عام انسانوں کی طرح نہ سمجھنے لگیں - اور اس طرح سے دونوں جہانوں میں نامراد نہ ہو جائیں -

سعید - مولوی صاحب - جاوید صاحب تو چشم بد دُور ایم - اے ہیں - اور یہی وجہ ہے کہ جس بات کو چاہتے ہیں قابلِ بحث بنا لیتے ہیں - ہماری تو التماس ہے کہ آپ اپنے پہلے موضوع پر لوٹ آئیں تاکہ ہم حضرت مولوی محی الدین صاحب کی خوبیوں سے آگاہ ہوسکیں - مَیں تو انشاء اللہ پہلی فرصت میں آپ کے ساتھ ان کی زیارت کے لیئے لائل پور جاؤنگا -

جاوید - بھائی عبدالرشید صاحب سعید کو ناراض نہ کیجئے - ضرور ہی کوئی حضرت محی الدین صاحب کی بات سُنائیے -

عبدالرشید - اگلے دن حضرتِ والا ایک گاؤں میں تشریف لے گئے - میرے ایک دوست نے بیان کیا کہ مَیں نے ارادہ کیا کہ عرض کروں کہ حضرت آپ کچھ ارشاد فرمائیں - تاکہ ہم آپ کے پند و موعظت سے مستفیض ہوسکیں تو اسی وقت فوراً ارشاد فرمانے لگے - کہ اللہ والوں کی صحبت میں خاموشی سے بیٹھنا باتوں کی نسبت زیادہ مفید ہوتا ہے - یہ سُن کر میرے دوست فرماتے ہیں کہ مَیں اپنا جواب پاکر نہایت اطمینان سے ذکرِ الٰہی میں شاغل ہوگیا - اسی دن کا ذکر ہے کہ آپ نمازِ عصر سے پہلے ایک مسجد سے دوسری مسجد میں تشریف لے جا رہے تھے - تو میرے دل میں خیال آیا کہ مَیں حضرت سے اپنا خواب بیان کروں اور اس کے متعلق یہ بھی پوچھوں کہ حضرت ان خوابوں کی بھی آپ کو بطور القاء کے کوئی اطلاع ہوتی ہے -

اختر - مولوی صاحب - پہلے آپ اپنا خواب بیان کرلیں تو اور بھی لطف ہوگا -

مسعود - ہاں ہاں آپ کو خواب بھی سنانا ہوگا -

مولوی عبدالرشید - سیّدی و مرشدی کے متعلق ایک دن پتہ چلا - کہ آپ کل یا پرسوں سے ملتان تشریف لے گئے ہیں - بتانے والے بڑے معتمد علیہ آدمی تھے - مَیں اور ایک دوست نے یہ بات سُن کر لائل پور جانے کا جو اس سے پیشتر ارادہ کیا ہُوا تھا ترک کر دیا - لیکن رات کو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت تشریف لے آئے ہیں - اور ملاقات میں مجھ کو یہ بھی فرمایا ہے - کہ آپ کا خط بھی مل چُکا ہے - چونکہ مَیں اس خواب کو بڑی حد تک رحمتِ خداوندی کا نشان سمجھتا تھا - لہٰذا مجھ کو یقین آگیا - کہ حضرتِ اعلیٰ ضرور ہی تشریف لے آئے ہیں - اگلے دن مَیں نے اپنے ساتھی کو کہا - کہ لائل پور جانا چاہیئے - اُس نے کہا - جب حضرت صاحب ملتان گئے ہوئے ہیں تو پھر ہمارے جانے کا کیا فائدہ - خیر مَیں نے باتوں ہی باتوں میں اُن کو راغب کر لیا - ہم لائل پور پہنچے - تو وہاں جاتے ہی معلوم ہُوا کہ حضرت صاحب ملتان سے واپس تشریف لے آئے ہیں - الحمدللہ - کسی نماز پہ شرفِ قدمبوسی حاصل ہُوا - نمازِ مغرب کے بعد چند اصحاب بیٹھے ہُوئے تھے - آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے، نمازِ عشا سے پہلے پہلے سارے اُٹھ کر چلے گئے - میرا ساتھی بھی، وہاں نہیں تھا - تو حضرت صاحب نے خود ہی بعینہٖ خواب والے الفاظ میں ارشاد فرمایا - کہ آپ کا خط بھی مِل گیا ہے - خواب میں بھی اُس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوئی تھی - اور اب بھی نہ ہوئی - اس موقعہ پر میرا دل حضرتِ والا شان کی بلندیٔ نگاہ اور اپنی رویائے صادقہ پر ایک عجیب کیف و سرور سے رقص کناں تھا - مَیں خیال کر رہا تھا کہ اللہ اللہ! درویشانِ نظر میں کتنی خوبیاں ہیں -

خیر یہ خواب تھا جس کو مَیں حرف بحرف سچا پاکر حضرت سے سوال کرنے ہی والا تھا - جبکہ آپ از خود فرمانے لگے کہ آپ یہ خیال نہ کریں - کہ خواب میں جو پیر و مرشد کی زیارت ہوتی ہے اور ان کی زبانی آپ کو خواب میں جو کچھ کہا جاتا ہے اس کی اطلاع پیر کو بھی ہوتی ہے - حقیقتِ حال یہ ہے کہ مرید کو اپنے عالمِ بیداری میں پیرِ کامل کی ہر بات پر پورا پورا اعتماد ہوتا ہے - لہٰذا اللہ تعالےٰ خواب میں مریدِ صادق کو خلجان سے محفوظ رکھتے ہیں - اور جو چیز اس کے دل میں الفا

باقی صفحہ ۱۸ پر

ایم عبدالرحمٰن صاحب لودھیانوی

سیروسیاحت

سفر سے انسان کی فہم و فراست بڑھتی ہے۔ مختلف لوگوں اور مختلف قوموں کے اوضاع، اطوار، تہذیب و تمدّن، رہن سہن اور معاشرت کا پتہ چلتا ہے۔ سفر بہترین معلّم ہے۔ اس لئے انسان جس ملک میں بھی جائے وہاں کے اہل کمال اور مشہور و معروف آدمیوں سے ملے اور دیکھے کہ اُنہوں نے اپنی زندگی کے کیا طریقے اختیار کئے، جن سے اُنہیں شہرت نصیب ہوئی ہے۔ اہلِ مُلک نے صنعت و حرفت میں کیا ترقی کی ہے اور کن ذرائع سے وہ عروج پر پہنچے ہیں۔ اور پھر اپنے مُلکی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھے کہ وہاں کی کون کونسی سکیمیں ایسی ہیں جن پر اپنے مُلک میں بھی آسانی سے عملدر آمد ہوسکتا ہے۔

سفر کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ صرف چند بڑی بڑی عمارتیں دیکھ لیں یا کوئی کارخانہ دیکھ لیا۔ بلکہ انسان دونوں آنکھیں کھول کر دوسرے ممالک کی زیادہ سے زیادہ چیزوں کو دیکھے۔ مختلف لوگوں سے ملے۔ مختلف حالات کا جائزہ لے۔ اور نئی نئی چیزوں کو نہ صرف ذہن میں محفوظ رکھے بلکہ روز نامچہ کی صورت میں جو دیکھے اُنہیں قلمبند کرتا جائے۔

سفر کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان محتاط اور متحمل مزاج ہو۔ جھگڑالو نہ ہو خوش مزاج ہو تاکہ غیر ملک والے اس سے اچھا برتاؤ کر سکیں۔

قرآن پاک میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ انسانوں کو سیر و سیاحت کی بار بار دعوت دیتا ہے تاکہ عبرت حاصل کریں۔

(۱) (قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ)

پ ۴ ع ۵

تحقیق ہوچکے ہیں تم سے پہلے واقعات سو پھرو زمین میں اور دیکھو کہ کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔

تشریح۔ تم سے پہلے بہت قومیں اور مِلّتیں گزر چکیں۔ بڑے بڑے واقعات پیش آچکے۔ خُدا تعالےٰ کی عادت بھی بار بار معلوم کرا دی گئی کہ اُن میں سے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی عداوت اور حق کی تکذیب پر کمر باندھی اور خدا و رسولؐ کی تصدیق و اطاعت سے مُنہ پھیر کر حرام خوری اور ظلم و عصیان پر اصرار کرتے رہے اُن کا کیسا بُرا انجام ہُوا۔ یقین نہ آئے تو زمین میں چل پھر کر اُن کی تباہی کے آثار دیکھ لو جو آج بھی عرب کے قریب موجود ہیں۔ ان واقعات میں غور کرنے سے معرکۂ اُحد کے دونوں حریفوں کو سبق لینا چاہیئے یعنی مشرکین جو پیغمبرِ خدا کی عداوت میں حق کو کچلنے کے لئے نکلے اپنی تھوڑی سی عارضی کامیابی پر مغرور نہ ہوں۔ کہ اُن کا آخری انجام بجز ہلاکت و بربادی کے کچھ نہیں۔ اور مسلمان کفار کی سختیوں اور وحشیانہ دراز دستیوں یا اپنی ہنگامی پسپائی سے ملول و مایوس نہ ہوں۔ کہ آخر حق غالب و منصور ہو کر رہے گا۔ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے جو ٹل نہیں سکتی۔

دوسرے مقام پہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

(قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝) پ ۷ ع ۸

ترجمہ۔ تو کہدے کہ سیر کرو ملک میں پھر دیکھو کیا انجام ہُوا جھٹلانے والوں کا۔

معاندین کی فرمائشوں کا جواب دینے کے بعد حضورؐ کی تسلّی کی جاتی ہے کہ آپ ان کے استہزا اور تمسخر سے دلگیر نہ ہوں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ انبیائے سابقین کو بھی ان ہی حالات سے دو چار ہونا پڑا۔ پھر جو اُن کے مکذّبین اور دشمنوں کا حشر ہُوا سب کے سامنے ہے۔ ان کو بھی خدا اسی طرح سزا دے سکتا ہے۔ جو اگلے مجرموں کو دی گئی۔

مُلک کی سیر و سیاحت اور تباہ شدہ اقوام کے آثار کا ملاحظہ کرنے کے بعد اگر نظرِ عبرت سے واقعاتِ ماضیہ کو دیکھوگے تو انبیاءؑ کی تکذیب کرنے والی قوموں کا انجام دُنیا میں ہُوا وہ صاف نظر آ جائے گا۔ اسی سے قیاس کر لو کہ جب تکذیب کرنے والوں کا یہ حشر ہُوا تو استہزا کرنے والوں کا کیا حشر ہو گا۔

(قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۝) پ ۲۰ ع ۲

ترجمہ۔ تُو کہدے پھرو مُلک میں، تو دیکھو کیسا ہُوا انجام کار گنہگاروں کا۔

تشریح۔ کتنے مجرموں کو دُنیا ہی میں عبرتناک سزائیں مِل چُکی ہیں۔ اور پیغمبروں کا فرمانا پُورا ہو کر رہا۔ اسی پر قیاس کر لو۔ بعث بعد الموت اور عذابِ اُخروی کی جو خبر انبیاء علیہم السلام دیتے چلے آئے ہیں۔ یقیناً پوری ہو کر رہے گی۔ یہ کارخانہ یونہی بے سر نہیں کہ اس پر کوئی حاکم نہ ہو۔ وُہ اپنی رعایا کو یونہی مہمل نہ چھوڑے گا۔ جب سب مجرموں کو یہاں پُوری سزا نہیں ملتی تو یقیناً کوئی دوسری زندگی ہوگی۔ جہاں ہر ایک اپنی کیفر کردار کو پہنچے گا۔ اگر تمہاری یہی تکذیب رہی تو مُکذّبین کا جو انجام دُنیا میں ہُوا تمہارا بھی ہوسکتا ہے۔

(قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) پ ۲۰ ع ۱۲

ترجمہ۔ تو کہہ کہ مُلک میں پھرو۔ پھر دیکھو کیونکر شروع کیا ہے پیدائش کو، پھر اللہ اُٹھائے گا۔ پچھلا اُٹھان، بے شک اللہ ہر چیز کرسکتا ہے۔

تشریح۔ اللہ کے نزدیک تو کوئی چیز بھی مشکل نہیں البتہ تمہارے سمجھنے کی بات ہے۔ کہ جس نے بغیر نمونہ کے اول ایک چیز کو بنایا۔ نمونہ قائم ہونے کے بعد بنانا تو اور زیادہ آسان ہونا چاہیئے۔ اپنی ذات کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی پیدائش میں بھی غور کرو۔ اور چل پھر کر دیکھو کہ کیسی کیسی مخلوق خُدا نے پیدا کی ہے۔ اُسی پر دوسری زندگی کو قیاس کرلو۔ اس کی قدرت اب کچھ محدود تو نہیں ہوگئی۔ دوبارہ پیدا کر کے جسے اپنی حکمت کے موافق چاہے گا سزا دے گا اور جس پر چاہے گا اپنے فضل و کرم سے مہربانی فرمائے گا۔

لوگ دینِ فطرت پر قائم نہ رہے کفر و ظلم دُنیا میں پھیل پڑا اور اس کی شامت سے مُلکوں اور جزیروں میں خرابی پھیل گئی نہ خُشکی میں امن و سکون رہا نہ تری میں۔ روئے زمین کو فتنہ و فساد نے گھیر لیا۔ بحری لڑائیوں اور جہازوں کی لوٹ مار سے سمندروں میں بھی طوفان بپا ہوگیا۔ یہ سب اسی لئے کہ اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ بندوں کی بد اعمالیوں کا تھوڑا سا مزا دُنیا میں بھی چکھا دیا جائے پوری سزا تو آخرت میں ملے گی۔ مگر کچھ نمونہ یہاں بھی دکھلا دیں ممکن ہے بعض لوگ ڈر کر راہِ راست پر آ جائیں۔

(قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ

عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ

پارہ ۲۱ رکوع ۸

ترجمہ۔ تُو کہہ، پھرو مُلکوں میں، تو دیکھو کیسا ہُوا انجام پہلوں کا، اُن میں سے بہت شرک کرنے والے تھے۔

اکثروں کی شامت شرک کی وجہ سے آئی۔ بعضوں پر دوسرے گناہوں کی وجہ سے بھی آئی ہوگی۔ دُنیا میں فساد پھیل گیا۔ تو تم دین قیّم پر جو دین فطرت ہے ٹھیک ٹھیک قائم رہو سب خرابیوں کا ایک یہی علاج ہے۔

قرآنی سفر کا پہلا واقعہ

قرآن پاک کی سُورہ سَبَا پارہ ۲۲ میں ایک معرض و ناسپاس قوم سبا کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو بڑے عیش و رفاہیت اور خوشحالی و فارغ البالی کے بعد کفر و ناسپاہی کی سزا میں تباہ کی گئی۔ یہ قوم یمن کی بڑی دولتمند اور ذی اقتدار قوم تھی جو صدیوں تک بڑے جاہ و جلال سے مُلک پر حکومت کرتی رہی۔ انہی میں ایک ملکہ بلقیس تھی + باغوں کے دو طویل سلسلے داہنے اور بائیں میلوں تک چلے گئے تھے۔ اگر سمجھتے تو خدا کی رحمت و قدرت کی یہی نشانی ایمان لانے اور شکرگزار بننے کے لئے کافی تھی۔ گویا وہ نشانی زبانِ حال سے کہہ رہی تھی۔ کہ اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو۔ اور اس منعمِ حقیقی کا شکر ادا کرو۔ کفر و عصیان اختیار کر کے ناشکر مت بنو۔

مُصنّف ارض القرآن سبا کی عمارتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ اسی سلسلۂ عمارات میں ایک چیز بندِ آب ہے جس کو عربِ حجاز سد اور عرب یمن 'عرم' کہتے ہیں۔ عرب کے ملک میں کوئی دائمی دریا نہیں پانی پہاڑوں سے بہکر ریگستانوں میں خُشک اور ضائع ہو جاتا ہے۔ زراعت کے مصرف میں نہیں آتا۔ قوم سَبا والے مختلف مناسب موقعوں پر پہاڑوں اور وادیوں کے بیچ میں بڑے بڑے بند باندھ دیتے تھے کہ پانی رُک جائے اور بقدر ضرورت زراعت کے کام میں آئے۔ مملکت سبا میں اس طرح کے سینکڑوں بند تھے ان میں سب سے زیادہ مشہور "سدِّ مارب" ہے جو ان کے دارالحکومت مارب میں واقع تھا۔ شہر مارب کے جنوب میں داہنے بائیں دو پہاڑ ہیں۔ جن کا نام کوہ ابلق ہے۔ سَبا نے ان دونوں پہاڑوں کے بیچ میں تقریباً ۸۰۰ سنہ ق م میں سدِّ مارب کی تعمیر کی تھی۔ یہ بند تقریباً ۱۵۰ فٹ لمبی اور ۵۰ فٹ چوڑی ایک دیوار ہے۔ جس کا اکثر حصّہ تو اب افتادہ ہے۔ تاہم ایک ثلث دیوار اب بھی باقی ہے۔ دیوار پر جا بجا کتبات ہیں وہ بھی پڑھے گئے۔ اس سدّ میں اُوپر نیچے بہت سی کھڑکیاں تھیں جو حسب ضرورت کھولی اور بند کی جاسکتی تھیں۔ سدّ کے دائیں بائیں مشرق و مغرب میں دو بڑے بڑے دروازے تھے۔ جن سے پانی تقسیم ہو کر چپ و راست کی زمینوں کو سیراب کرتا تھا۔ اس نظامِ آب رسانی سے چپ و راس دونوں جانب اس ریگستانی اور شور مُلک کے اندر تین سو میل مربع میں سینکڑوں کوس تک بہشت زار تیار ہو گئی تھی جس میں انواع و اقسام کے میوے اور خوشبودار درخت تھے۔

یونانی مورّخ بیان کرتا ہے سَبا عرب کے سرسبز و آباد حصّہ میں رہتے ہیں۔ جہاں بہت اچھے بے شمار میوے ہوتے ہیں۔ دریا کے کنارے جو زمین ہے اس میں نہایت خوبصورت درخت ہوتے ہیں۔ اندرون ملک میں بخورات، دارچینی اور چھوہارے کے نہایت بلند درختوں کے گنجان جنگل ہیں اور ان درختوں سے نہایت شیریں خوشبو پھیلا کرتی ہے۔ درختوں کی اقسام کی کثرت و تنوع کے سبب سے ہر قسم کا نام و وصف مشکل ہے۔ جو خوشبو اس میں سے اُڑتی ہے وہ جنّت کی خوشبو سے کم نہیں اور جن کی تعریف لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتی۔ جو اشخاص اس زمین سے دُور ساحل سے گزرتے ہیں وہ بھی جب ساحل کی طرف سے ہوا چلتی ہے۔ تو اس خوشبو سے محظوظ ہوتے ہیں۔ وہ گویا آب حیات کا لطف اُٹھاتے ہیں۔ اور یہ تشبیہ بھی اس کی قوّت لطافت کے مقابلہ میں ناقص ہے۔

ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف سے اشارہ کر دیا کہ شکرگزار بنو اور اگر بمقتضائے بشریت کوئی تقصیر رہ جائے گی تو اللہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسا سخت نہیں پکڑتا اپنی مہربانی سے معاف فرما دیگا اُس کی نعمتوں کا شکر کماحقہ کس سے ادا ہو سکتا ہے۔

لیکن وہ لوگ ان نصیحتوں کو خاطر میں نہ لائے اور مُنعمِ حقیقی کی شکرگزاری سے مُنہ موڑتے رہے۔ تب ہم نے پانی کا عذاب بھیج دیا۔ وہ بند ٹوٹا تمام باغات اور زمینیں غرقاب ہوگئیں اور ان اعلےٰ درجہ کے نفیس میووں اور پھلوں کی جگہ نکمّے درخت اور جھاڑ جھنکار رہ گئے۔ جہاں انگور چھوارے اور قسم قسم کی نعمتیں پیدا ہوتی تھیں اب وہاں پیلو، جھاؤ، کسیلے اور بدمزا پھل والے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ جن میں بہترین چیز تھوڑی سی جھڑبیریوں کو سمجھ لو۔ یہ واقعہ حضرت مسیحؑ اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی عہد کا ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں جب اللہ نے چاہا کہ عذاب بھیجے گھونس پیدا ہوئی۔ اُس پانی کے بند میں اُس کی جڑ کرید ڈالی۔ ایک بار پانی نے زور کیا بند کو توڑ ڈالا۔ وہ پانی عذاب کا تھا۔ جس زمین پر پھر گیا کام سے جاتی رہی کہتے ہیں کہ بند ٹوٹنے کی پیشین گوئی ایک کاہن نے کی تھی۔ اس پر بہت لوگ وطن چھوڑ کر اِدھر اُدھر چلے گئے جو باقی رہے اُنہیں ان باغوں کے بدلہ یہ نکمی، کڑوی اور کسیلی چیزیں ملیں۔ ایسی سخت سزا بڑے ناشکروں کو دی جاتی ہے کفر سے بڑھ کر کیا ناشکری ہوگی۔ بظاہر اس قسم کا شرک اس قوم میں بلقیس کے بعد بھی رہا ہوگا۔

برکت والی بستیاں ملک شام کی ہیں۔ یعنی اُن کے ملک سے شام تک راستے مامون تھے سڑک کے کنارے کنارے دیہات کا سلسلہ ایسے اندازے اور تناسب سے چلا گیا تھا کہ مسافر کو ہر منزل پر کھانا، پانی اور آرام کرنے کا موقع ملتا تھا۔ آبادیوں کے قریب ہونے اور جلد جلد نظر آنے سے مسافر کا جی نہیں گھبراتا تھا نہ چوروں ڈاکوؤں کا خوف تھا۔ سفر کیا تھا ایک طرح کی سیر تھی۔

مصنفِ ارض القرآن لکھتا ہے سَبا کی دولت و ثروت کی اساس صرف تجارت تھی۔ یمن ایک طرف سواحلِ ہندوستان کے مقابل واقع ہے اور دوسری طرف سواحلِ افریقہ کے۔ سونا، بیش قیمت پتھر، مسالہ، خوشبوئیں، ہاتھی دانت، یہ چیزیں حبش اور ہندوستان سے ٹھیک یمن آکر اُترتی تھیں وہاں سے سبا اُونٹوں پر لاد کر بحرِ احمر کے کنارے خُشکی خُشکی حجاز سے گزر کر شام و مصر لاتے تھے۔ قرآن مجید نے اس راستہ کو امامِ مُبین (کھلا راستہ) اور اسی سفر کا نام رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ رکھا ہے۔ جس کو قریش نے جاری کیا تھا۔ ان تجارتی کاروانوں کی آمد و رفت کے سبب یمن سے شام تک آبادیوں کی ایک قطار قائم تھی جہاں بےخوف و خطر سفر ہو سکتا تھا۔

اعمال صالح

محمد شفیع عمر الدین

پسر نوح با بداں بنشست
خاندان نبوتش گم شد
(حضرت سعدیؒ)

قرآن مجید میں 'ایمان' کے ساتھ ہی اعمال صالح کا ذکر آتا ہے۔ یعنی ایمان لانے کے بعد ایک مسلمان کے ذمے یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ایمان کا عملی ثبوت پیش کرے۔ عمل صالح کرتا رہے۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی چار روزہ زندگی کا دستور العمل بنائے ؎

قرآن کو زبان سے دل میں اُتاریئے
علمی نمود چھوڑ کر عمل کو سنواریئے
(اکبر الہ آبادی)

یہ ہی بہترین مخلوقات ہیں

(اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ) سورہ البینۃ آیت ۷ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے، اور نیک کام کئے۔ یہی بہترین مخلوقات ہیں۔

(حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ)

"یعنی جو لوگ سب رسولوں اور کتابوں پر یقین لائے اور بھلے کام میں لگے رہے وہی بہترین خلائق ہیں۔ حتّٰی کہ اُن میں کے بعض افراد بعض فرشتوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ (حضرت مولانا عثمانی مرحوم)

"مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بہتر کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور۔ فرمایا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے۔ کہ کب جہاد کی آواز اُٹھے، اور کب میں کود کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاؤں۔ اور کڑکڑاتا ہوا دشمن کی فوج میں گھسوں اور داد شجاعت دوں۔ لو میں تمہیں ایک اور بہترین مخلوق کی خبر دوں۔ وہ شخص جو اپنی بکریوں کے ریوڑ میں ہے۔ نہ نماز کو چھوڑتا ہے۔ نہ زکوٰۃ سے جی چراتا ہے۔ (ابن کثیرؒ)

یہ ہی فضل الٰہی کے مستحق ہیں

(لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ) (الروم ع ۵ پ ۲۱)

ترجمہ۔ تاکہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ انہیں فضل سے بدلہ دے۔ (مولانا احمد علی صاحب)

الحاصل مومن کو چاہیئے کہ اعمال صالح کرتا رہے۔ تاکہ اللہ کا فضل اس کے شامل حال ہو۔ عمل کرنے کی توفیق اللہ کے فضل سے ملتی ہے۔ عمل صالح کی قبولیت بھی اللہ کے فضل سے ہوتی ہے۔ اور جنّت بھی اللہ کے فضل سے ہی مل سکتی ہے۔

یہ ہی مغفرت اور عزّت کی روزی پائینگے

(لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ) السبا رکوع ۱ پارہ ۲۲

ترجمہ۔ تاکہ اللہ ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ انہیں کے لئے بخشش اور عزّت والا رزق ہے۔

(حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ)

"یعنی قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو ان کی نیکی اور بدی کا پھل دیا جائے۔" (حضرت عثمانیؒ)

الحاصل مغفرت اور بہشت جہاں عزّت کی روزی ملے گی ایمان اور اعمال صالح کا ہی ثمرہ ہے۔

ان کو ملنے والا اجر کبھی کم یا ختم نہ ہوگا

(اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ) الانشقاق۔ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ اُن کے لئے بے انتہا اجر ہے۔

الحاصل عذاب الٰہی سے قیامت کے دن وہی مومن بچ سکیں گے جو اعمال صالح کرتے رہتے ہیں۔

ان کی دونوں جہان کی زندگیاں بہتر ہیں

"بیشک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے سب سے نیچے پھینک دیا ہے۔

(اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ) سورہ التین پارہ ۳۰

ترجمہ۔ مگر جو ایمان لائے اور نیک کام کئے سو ان کے لئے تو بے انتہا بدلہ ہے۔

"یعنی اس کو لائق بنایا فرشتوں کے مقام کا، پھر جب منکر ہوا تو جانوروں سے بدتر ہے۔" (موضح القرآن)

الحاصل انسان کو چاہیئے کہ اپنے مرتبے کو پہچانے اور اطاعت الٰہی اور اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرے۔ تاکہ انسانیت کے بلند مقام سے گر کر جہنّم کا ایندھن نہ بنے۔

ان کے لئے اچھا بدلہ ہے

(وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا) بنی اسرائیل آیت ۲ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور ایمانداروں کو خوشخبری دے جو اچھے کام کرتے ہیں کہ ان کے لئے اچھا بدلہ ہے۔

یعنی انہیں جنّت ملے گی جس کی نعمتیں غیر فانی ہیں۔

اِن کے اعمال کی بے قدری نہ ہوگی

(اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا) الکہف آیت ۳۰ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم بھی اس کا اجر ضائع نہیں کرینگے۔ جس نے اچھے کام کئے۔

ان کا انجام نیک ہے

(اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ)

سورہ الحج رکوع ۲ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

(حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ)

الحاصل جنّت ایمان اور نیک اعمال کے بدلے ملے گی۔

اعمال صالح کا بوجھ انسانی طاقت سے باہر نہیں

(وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ) الاعراف ع ۵ پ ۸

ترجمہ۔ اور جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں۔ ہم کسی پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی طاقت کے موافق وہی بہشتی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ)

الحاصل اگر انسان اپنی کم عقلی کے باعث احکام الٰہی سے گریز کرے تو اور بات ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ احکام ایسے نہیں جو اس کی طاقت سے باہر ہوں۔ جن پر وہ عمل پیرا نہ ہو سکے۔ اور نہ ہی اس سے اس

باقی صفحہ ۱۸ کالم ۳ میں

(بقیہ حلقۂ احباب صفحہ سے آگے)

کرنا مقصود ہو۔ اس کو اس کے پیر کی شکل سے ادا کروایا جاتا ہے۔ تاکہ مرید اس ارشاد میں متردد نہ ہو۔ بلکہ اس کو صحیح سمجھے۔

جاوید۔ مولوی صاحب۔ آپ بڑے خوش نصیب ہیں۔ کہ آپ کی تربیت ایک ولی کامل کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ یہ آپ کے شیخ کی صدق مقالی ہے۔ کہ انہوں نے اس خواب کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔ بلکہ آپ کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرنے کی کوشش فرمائی۔

اختر۔ مولوی صاحب میں آپ کو مبارک باد کہتا ہوں۔ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سچا خواب دکھایا۔

مولوی عبد الرشید۔ ہاں میں اللہ تعالیٰ کی عنایت پر جتنا بھی شکر کروں کم ہے مگر یہ سب کچھ اللہ والوں کی صحبت میں رہنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔

صحبت از علم کتابی خوشتر است
صحبتِ مردانِ حر آدم گر است
مے نہ روید تخم دل از آب و گل
بے نگاہے از خداوندان دل

حاضرین۔ مولوی صاحب ذرا سادہ الفاظ میں ان اشعار کا مطلب بیان فرمائیے۔

مولوی عبد الرشید۔ بزرگانِ حق آگاہ کی صحبت میں رہنا علم ظاہری سے زیادہ نفع رساں عمل ہے۔ کیونکہ علم کتابی سے آدمیت کے اصولوں کا پتہ چلتا ہے۔ مگر اولیائے کرام کے ساتھ نشست و برخاست سے آدمیت کا عملی نقشہ روح میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ دوسرے شعر میں فرماتے ہیں۔ کہ اے سالک راہ تمام تر دانے پانی اور مٹی اور مٹی کی آمیزش سے قوتِ نمو حاصل کرتے ہیں۔ مگر دل کا بیج اس وقت تک سینے کی کھیتی میں نہیں اُگتا۔ جب تک اس کو کسی مردِ کامل کی نگاہوں کے سامنے پیش نہ کیا جائے

آہاہا

کسی نے سچ کہا ہے۔

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

حکمتِ کلیمی کے عنوان میں ارشاد فرماتے ہیں ؎

صحبتِ او ہر خزف را دُر کند
حکمتِ او ہر تہی را پُر کند

اقبال مرحوم

اس کی صحبت میں ناقص انسان کامل بن جاتے ہیں۔

اُس کے عقیدتمند ہم نشین خالی ہاتھوں آتے ہیں۔ مگر موتیوں کی جھولیاں بھر کر جاتے ہیں۔

مسعود۔ اللہ تعالیٰ علامہ مرحوم کی مرقد پر رحمت کی بارش برسائے۔ اس گئے گزرے زمانے میں مسلمانوں کو ذوق درویشی سے آشنا کر رہے ہیں۔ حالانکہ دُنیا بھر کی قومیں عیاشی میں غوطے کھا رہی ہیں۔

(بقیہ اعمال صالح صفحہ ۱۷ سے آگے)

کی طاقت سے بڑھ کر کسی عمل کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

ان کے لئے بشارت ہے

(وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ط)

البقرہ رکوع ۳ پارہ ۱

ترجمہ۔ اور ان لوگوں کو خوشخبری دے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کے لئے باغ ہیں۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

(حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ)

الحاصل اس جنت بریں کے عوض ان سے ایمان اور عمل صالح کا تقاضا کیا گیا ہے

عمل صالح وہ عمل ہے جو قرآن اور حدیث کے موافق ہو۔

ایک بڑی دردناک حقیقت

حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کا اپنا لختِ جگر کشتی پر سوار نہیں ہوتا۔ پدر بزرگوار اور مومنین سے علیحدگی اختیار کرتا ہے۔ اور کفار کے ساتھ غرق ہو جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام بارگاہِ باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں۔ اے پروردگار میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں سے ہے۔ جس کے بچانے کا تُو نے وعدہ فرمایا تھا۔ جواب ملتا ہے۔

(قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ق) ہود ع ۴ پ ۱۲

ترجمہ۔ فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔

الحاصل ایک نبی زادہ دو باتوں سے عاری تھا۔ (۱) ایمان نہ لایا۔ (۲) اعمال صالح نہ کئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ غرق ہو گیا ؎

(بقیہ درس قرآن صفحہ ۱۲ سے آگے)

جنگ کا عذاب

(قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ٥)

سورہ الانعام رکوع ۸ پارہ ۷

ترجمہ۔ کہدو وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اُوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں مختلف فرقے کرکے ٹکرا دے۔ اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزا چکھا دے۔ دیکھو ہم کس طرح مختلف طریقوں سے دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں۔

سابقہ تینوں عالمگیر جنگوں میں بستیوں کی بستیاں بموں سے اُڑا دی گئیں۔ اور اب بھی احمق انسان دوسروں کو تباہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ خُدا بندے بنائے اور یہ بموں سے اُڑائے جائیں۔

اسلام کی تعلیم

اسلام یہ سکھاتا ہے۔ (رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ٥)

ترجمہ۔ اے اللہ ہمیں دُنیا و آخرت کی زندگی درست کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔

بے ایمانی کی علامات

لاہور میں اکثر بے ایمان ہیں۔ ماں باپ کے گناہ کا نتیجہ ہے۔ کہ انہوں نے اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلائی اور انگریز کی گود میں بٹھا دیا۔ مگر مسجد کا راستہ نہ دکھایا۔ اور نہ کسی اللہ والے کے سامنے زانوئے ادب تہ کرایا۔ حجام کی ضرورت درزی کی ضرورت دھوبی کی ضرورت اور کوٹھی کی ضرورت تو سمجھائی ہے اگر نہیں سمجھائی تو عاقبت کی فکر نہیں سمجھائی۔ پرائمری مڈل ہائی سکول اور پھر کالج میں بی۔ اے پاس کرایا۔ انگریز کی خوشامد کرکے ملازمت دلائی اور اب گلبرگ میں بیٹھے ہیں انگریز خود بے ایمان تھا اور تم میں سے اکثر کو بے ایمان بنا گیا۔ افسوس ہے کہ کلمہ طیبہ بھی نہیں آتا۔ ایمان کا معنیٰ یہ ہے کہ اے اللہ! تیرا اور تیرے رسولؐ کا ہر حکم میں دل سے مانتا ہوں۔ جن بدقسمت بدنصیب مسلمانوں نے کسی اللہ والے کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا ان کو ان باتوں کا احساس بھی نہیں ہے۔ اگر اتنی بھی سمجھ ہوتی تو یہ نہ

بچوں کا صفحہ

تعلیم میں دلچسپی

عزیز بچو! آج کی فرصت میں ہم آپ کو ایک طالب علم کی کہانی سناتے ہیں۔ جو تعلیم، میں بیحد دلچسپی لیتا تھا۔ اور کتابیں ہی اس کا اوڑھنا بچھونا تھیں

امام مالکؒ ایک بہت بڑے عالم تھے آپ مدینہ شریف میں قرآن و حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ دُور دُور سے طلباء آپ کے پاس پڑھنے کے لئے آتے تھے

آپ کے شاگردوں میں اسپین کے ایک طالبعلم بھی تھے۔ اُن کا نام یحییٰ تھا آپ علم دین کے بڑے دلدادہ تھے۔ اتنی دُور سے امام مالکؒ کے پاس دین کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ ایک دن امام مالکؒ درس دے رہے تھے کہ ہاتھی! ہاتھی!! کا شور ہوا۔ عرب میں ہاتھی نہیں ہوتا تھا۔ وہاں کے باشندوں کے لئے یہ ایک انوکھی چیز تھی۔ آواز سنتے ہی سب شاگرد باہر چلے گئے۔ اور ہاتھی دیکھنے لگے مگر یحییٰ بدستور اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ اچھے اُستاد نے کہا۔ "بیٹے یحییٰ! تمہارے یہاں اسپین میں بھی تو ہاتھی نہیں ہوتا۔ تم کیوں نہیں گئے، جاؤ تم بھی ہاتھی دیکھ آؤ"

"اچھے اُستاد" یحییٰ نے جواب دیا "میں اپنا وطن چھوڑ کر آپ کے پاس دین کا علم حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ کی صحبت میں رہ کر اچھی باتیں سیکھنے آیا ہوں۔ ہاتھی دیکھنے کے لئے اتنی دُور سے یہاں نہیں آیا ہوں"

اچھے اُستاد نے اپنے اچھے شاگرد کی یہ باتیں سُن کر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ آپ نے یحییٰ کو دعا دی، اور فرمایا۔

"تم تو بہت ہی سمجھدار بیٹے ہو"

اُستاد صاحب کی زبان مبارک سے یہ کلمہ کچھ اتنی محبت سے نکلا۔ کہ اللہ نے اُسے قبول فرمالیا اور یحییٰ اسپین کے ایک زبردست اور بہت ہی سمجھ دار عالم ہوئے۔

عزیز بھائیو! مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں ۱۹۵۰ء میں مبارک پور پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ ایک دن ہمارے سکول کی گراونڈ میں ایک ہوائی جہاز آ اترا۔ اس وقت ہمارے ایک اُستاد صاحب ہمیں اُردو پڑھا رہے تھے۔ جہاز کو دیکھنے کا تو پہلا اور سنہری موقع تھا۔ مگر ہم پڑھ رہے تھے ہم نے تعلیم کو مقدم رکھا۔ اور نہایت طمانیت و سکون سے پڑھتے رہے۔ ہم میں سے کسی نے بھی چون و چراں یا نقل و حرکت نہ کی۔ بلکہ سبق کی طرف متوجہ رہے۔ جہاز وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اور ہماری دل کی حسرتیں دل میں ہی رہ گئیں۔ یہ تھا، تعلیم کا شوق۔۔۔

مگر آج کے طالب علموں کے دماغ پڑھائی کے وقت بازار گلی کوچوں کو ماپنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ اُن کے خیالات سینماؤں اور تھیٹروں کی سیر کر رہے ہوتے ہیں۔ اور اُن کی نگاہیں ہر وقت سڑکوں پر جمی رہتی ہیں

میں اپنے کالونی کے طلباء کو ہمیشہ یہی نصیحت کرتا رہتا ہوں۔ کہ پڑھائی کے وقت نہایت توجہ سے سبق کو ذہن نشین کرنے اُستادوں کی دعائیں لینے کی کوشش کیا کریں۔ کیونکہ اُستادوں کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کامیابی کا پیغام لاتے ہیں۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو علم کی دولت سے مالا مال فرمائے آمین!

کام کرنے کا طریقہ

از صوفی محمد شفیع عمر الدین صاحب تھہ

عزیز بچو! حدیث شریف میں آیا ہے:۔

اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ (متفق علیہ)

ترجمہ! کاموں میں سے سب سے پیارا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔

حاصل یہ نکلا کہ کوئی کام ہو خواہ وہ دین کا ہو یا دنیا کا۔ اس کو پورا کرنے کا طریقہ یہی ہے۔ کہ اس کام کے لئے ایک وقت مقرر کر لیا جائے۔ پھر باقاعدہ مقررہ وقت پر یہ کام کرتے رہئیے۔ اس طریقہ سے بہت بڑا کام ہو جاتا ہے۔ مثلاً تم ایک تین سو صفحہ کی کتاب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہو۔ ایک دم اس کتاب کو لے کر بیٹھو تو اس کا ختم کرنا مشکل ہے۔ اب اگر اسے ایک مہینے میں ختم کرنے کا تہیہ کر لو تو ہر روز دس صفحے مطالعہ کرنے پڑیں گے اور بغیر دقت کے کتاب ختم ہو جائے گی۔ اگر اس کتاب کے مطالعہ کے لئے تم کوئی باقاعدہ ٹائم ٹیبل نہ بناتے تو یہ کتاب کبھی بھی ختم نہ ہوتی تمہیں چاہیئے ہر کام کے لئے وقت مقرر کر لو اور وقت مقررہ پر کام کرتے رہو۔ اور ناغہ ہرگز نہ کرو۔ وہ کام کبھی پورا نہیں ہو سکتا جسے باقاعدہ طریقہ سے شروع سے آخیر تک نہ کیا جائے۔

کام

مُبارک ہیں جنہیں دھن کام کی ہے
جنہیں پروا بڑوں کے نام کی ہے
مگر افسوس ہے اُن احمقوں پر
جنہیں ہر وقت فکر آرام کی ہے

امتحان

جہاں کا سلسلہ جو کچھ عیاں ہے
ہمارا اور تمہارا امتحان ہے
وہی اس امتحان میں پاس ہوگا
جو نیکوکار اور شیریں زبان ہے

ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

شرح چندہ
سالانہ ششماہی سہ ماہی
-/۱۱ روپے -/۶ روپے -/۳

منظور شدہ
محکمہ جات۔ تعلیم و جیل
(مغربی پاکستان)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا